معمولاتِ میلاد

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695 -042

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ
وَالْفَرِیقَینِ مِنْ عُرُبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۷۰-۹۷۰ - ۳۰۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

نام کتاب	:	معمولاتِ میلاد
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد علی قادری، محمد فاروق رانا
نظر ثانی	:	ڈاکٹر علی اکبر الازہری
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	ستمبر 2008ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/170 روپے

ISBN 978-969-32-0837-2

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

فہرس

صفحہ	مشتملات

صفحہ	مشتملات
۷۲	(۹) امام بوصیریؒ کو نعتیہ قصیدہ لکھنے پر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے چادر اور شفایابی کا تحفہ عطا ہوا
۷۴	حضور ﷺ کے ثناء خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست
	باب چہارُم
۸۵	صلوٰۃ وسلام
۸۷	۱۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے
۸۹	۲۔ سلام کی اَہمیت
۹۵	۳۔ سلام کی مستقل حیثیت
۹۶	(۱) حمد کی قبولیت بہ واسطۂ سلام
۹۷	(۲) تشہد میں سلام
۹۸	(۳) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکمِ نبوی ﷺ
۹۹	۴۔ درود وسلام کی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں رسائی
۱۰۰	(۱) درود وسلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں براہِ راست پہنچنا
۱۰۲	(۲) درود وسلام براہِ راست حضور ﷺ سماعت کرتے ہیں
۱۰۵	(۳) حضور ﷺ سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

مشتملات

مشتملات	صفحہ
باب ہفتم	
ضیافتِ میلاد	۱۷۱
۱۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت	۱۷۳
۲۔ اَحادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب	۱۷۵
باب ہشتم	
جلوسِ میلاد	۱۷۹
باب نہم	
چند اعتراضات کا علمی محاکمہ	۱۸۵
۱۔ میلاد النبی ﷺ کی اِصطلاح کا اِستعمال	۱۸۷
(۱) کتبِ لغت میں لفظِ میلاد کا اِستعمال	۱۸۸
(۲) کتبِ اَحادیث و سیر میں لفظِ میلاد کا اِستعمال	۱۸۸
(۳) تصانیف میں لفظِ میلاد کا اِستعمال	۱۹۲
۲۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں اَئمہ حدیث کا اُسلوب	۱۹۳
۳۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ سیرت و تاریخ کا اُسلوب	۱۹۸

پیش لفظ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حساب انعامات و احسانات ہیں جن کا شکر بجا لانا ہم سب پر لازم ہے۔ ان میں سے سب سے بڑا احسان جس کا ذکر باری تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے ولادت و بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس بے پایاں احسان پر ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رب کے حضور سراپائے شکر و امتنان بن جائے۔ ماہِ ربیع الأول اس احسان عظیم کی عطا کا مہینہ ہے۔اس ماہ مبارک کے آتے ہی جس میں جانِ کائنات، روح کائنات، محبوبِ رب کائنات اور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم ہست و بود میں تشریف لائے، پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھتے ہیں۔ ہر ایک زبان پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے پُرکیف نغمے جاری ہو جاتے ہیں، ہر آنگن میں خدا کی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے، دلوں کے موسم پر فصل بہار آ جاتی ہے۔نورِ مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے ذکر جمیل سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور ہر سو اجالا پھیل جاتا ہے۔ اس ماہِ سعید میں فضا درود و سلام کے نغموں سے معمور ہو جاتی ہے اور ہر سو رنگ و نور کی برسات ہوتی نظر آتی ہے۔

عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لازم ہے۔ ماہِ میلاد میں ہر مسلمان اپنے اپنے انداز میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔کوئی سجود و قیام سے شکرِ ایزدی بجا لاتا ہے تو کوئی درود و سلام پڑھتا ہے، کوئی جلسہ عام کرتا ہے تو کوئی جلوس کا اہتمام کرتا ہے، کوئی محفلِ ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہے تو کوئی غریبوں کی ضیافت کا اہتمام کرتا ہے اور کوئی خوش نصیب اپنے گھر اور گلی کوچوں کو قمقموں سے سجا کر اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اس ایمانی و وجدانی ماحول میں فضا ''آمدِ مصطفیٰ - مرحبا مرحبا'' کے دل آویز نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو خیرالقرون سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان اپنے اپنے انداز میں میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں مناتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر دور کے اہلِ اسلام کے معمولات ہی میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی ہیں۔ یہ معمولات شرعاً نہ صرف جائز ہیں بلکہ اس فرمانِ الٰہی کی تعمیل ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت پر مومنوں کو خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ضیافت کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، روشنیوں کا اِہتمام کرنا، قمقمے روشن کرنا، مشعل بردار جلوس نکالنا اور دل کھول کر خرچ کرنا بارگاہِ اِلٰہی میں مقبول اور اُس کی رضا کا باعث ہے۔ اُمتی حضور ﷺ کی ولادت پر خوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہوگا۔

زیرِ نظر کتاب کی ترتیب و تدوین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مد ظلہ العالی کے اِس موضوع پر ہونے والے پُر مغز خطابات و دروس سے کی گئی ہے جس میں انتہائی جامع انداز میں عقلی و نقلی دلائل سے اہل اسلام کے معمولاتِ میلاد کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی ''میلاد النبی ﷺ'' کے عنوان سے قرآن وسنت کے دلائل پر مشتمل ایک ضخیم کتاب الگ موجود ہے۔ تاہم زیر نظر کتاب موضوع کی اِفادیت و اَہمیت کے پیش نظر الگ شائع کی جارہی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے حبیبِ مکرّم ﷺ کے نعلین مقدّسہ کی خیرات عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے میلاد پاک کے فیوضات سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)۔

(محمد علی قادری)
سینئر رِیسرچ اسکالر
فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ، لاہور
۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ، بمطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۰۸ء

اِبتدائیہ

یوں تو سارا سال حضور نبی اکرم ﷺ کے تذکارِ جمیل کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن جونہی ماہِ ربیع الاول کی آمد ہوتی ہے مسرتوں اور خوشیوں کا ایک سیلِ رواں شہر شہر، قریہ قریہ اُمڈ آتا ہے اور اہلِ ایمان وارفتگی کے عالم میں محافلِ میلاد اور جلسہ و جلوس کی صورت میں اپنے محبوب نبی ﷺ سے اپنی قلبی محبت و عقیدت کا اِظہار کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تھمتا نہیں بلکہ ایک دیدنی جوش و خروش کا رنگ اِختیار کر لیتا ہے۔ اس موقع پر گھر گھر چراغاں کیا جاتا ہے۔ مجالس و محافلِ میلاد کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی خوشی اور احترام میں بپا کی جانے والی محافل میں عشقِ رسول ﷺ کے ترانے الاپے جاتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور نعت گو شاعر، نعت خواں اور خطباء حضرات تحریر و تقریر اور نعت و بیان کے ذریعے حضور رحمت عالم ﷺ کے حضور اپنے اپنے گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ الغرض ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق نظم و نثر کے پیرائے میں تخلیق و ولادت اور عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ میں رطب اللسان ہوتا ہے۔

میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی و مسرت کا اِظہار کس کس طریقے سے کیا جاتا ہے؟ جشنِ مسرت مناتے وقت غلامانِ رسول ﷺ کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟ وہ کون کون سے اَفعال و اَعمال سرانجام دیتے ہیں؟ بہ اَلفاظِ دیگر جشن میلاد النبی ﷺ کے اَجزائے تشکیلی کون سے ہیں؟ زیرِ نظر کتاب میں ہم اسی حوالہ سے بحث کریں گے اور بنیادی اَجزائے تشکیلی یا عناصرِ ترکیبی قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے کیوں کہ کسی بھی عمل کی حلت وحرمت اور اُس پر اَجر و ثواب یا عذاب وعتاب کا اندازہ اس اَمر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اِس عمل کے اَجزاء کون کون سے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے اَجزائے تشکیلی اور اِس کے اندر ہونے والی ایمان افروز اور روح پرور سرگرمیوں کو درجِ ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ مجالس و اِجتماعات کا اِہتمام
۲۔ بیانِ سیرت و فضائلِ رسول ﷺ
۳۔ مدحت و نعتِ رسول ﷺ
۴۔ صلوٰۃ و سلام
۵۔ قیام
۶۔ اِہتمامِ چراغاں
۷۔ ضیافتِ میلاد
۸۔ جلوسِ میلاد

آئندہ صفحات میں اِن تمام معمولات کو علیحدہ علیحدہ باب میں بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔

بابِ اوّل

مجالس و اِجتماعات کا اِہتمام

عید میلاد النبی ﷺ کے پُر مسرت موقع پر محافلِ نعت، مجالسِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود و سلام پیش کرنے کے لیے خصوصی اِجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ لوگ اِن محافل میں اِنتہائی عقیدت و اِحترام اور جوش و خروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب و اَذہان کو محبوبِ خدا ﷺ کے ذکرِ جمیل سے معطر کرتے ہیں۔ اپنے میلاد کے بیان کے لیے خود تاجدارِ کائنات ﷺ نے بھی اِجتماعات کا اہتمام فرمایا۔ اِس ضمن میں متعدد اَحادیث موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضور ﷺ کا مجلسِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اپنی تخلیق کا ذِکر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! متی وجبت لک النبوۃ؟

''یا رسول اللہ! آپ کو شرفِ نبوت سے کب نوازا گیا؟''

یہ ایک معمول سے ہٹا ہوا سوال تھا کیوں کہ صحابہ میں سے کون نہیں جانتا تھا کہ آپ ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر مبارک میں ہوئی۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِس سوال سے واضح ہے کہ وہ آپ ﷺ کی بعثت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے تھے بلکہ وہ عالم بالا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اُس روحانی زندگی کی اِبتداء کی بات کر رہے تھے جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

و آدم بین الروح والجسد۔[1]

’’(میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم کی تخلیق ابھی رُوح اور جسم کے مرحلے

(۱) ۱۔ ترمذی نے ”الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، (۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۰۹)‘‘ میں اس حدیث کو روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ أحمد بن حنبل نے ”المسند (۴: ۶۶؛ ۵: ۵۹، ۳۷۹)“ میں یہ حدیث حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۳۔ حاکم نے ”المستدرک علی الصّحیحین (۲: ۶۶۵،رقم: ۴۲۰۹)“ میں اس حدیث کو حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور صحیح الإسناد قرار دیا ہے۔

۴۔ إبن أبی شیبۃ نے اسے ’’المصنف (۷: ۳۶۹، رقم: ۳۶۵۵۳)“ میں عبد اللہ بن شیقق کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

۵۔ طبراني نے ”المعجم الأوسط (۴: ۲۷۲، رقم: ۴۱۷۵)‘‘ میں حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۶۔ طبراني نے ”المعجم الکبیر (۱۲: ۹۲، ۱۱۹، رقم:۱۲۵۷۱، ۱۲۶۴۶؛ ۲۰ : ۳۵۳،رقم: ۸۳۳)“ میں حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۷۔ ابن مستفاض نے ”کتاب القدر (ص:۲۷، رقم: ۱۴)‘‘ میں کہا ہے کہ اِس کے رِجال ثقہ ہیں۔

۸۔ تمام رازی نے ”کتاب الفوائد (۱: ۲۴۱ ،رقم: ۵۸۱)“ میں عبد اللہ بن شقیق کے واسطے سے روایت کی ہے۔

۹۔ ابن حبان، کتاب الثقات، ۱: ۴۷

۱۰۔ لالکائی، اعتقاد أهل السنۃ، ۱: ۴۲۲، رقم: ۱۴۰۳

۱۱۔ بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، ۲: ۱۳۰

۱۲۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۶: ۵۶۹

۱۳۔ ناصر الدین البانی نے اِس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے ”صحیح السیرۃ النبویۃ (ص: ۵۴، رقم: ۵۳)“ میں بیان کیا ہے۔

میں تھی۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

قال بين خلق آدم و نفخ الروح فيه۔[1]

’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم علیہ السلام ابھی تخلیق اور روح پھونکے جانے کے مرحلے میں تھے۔‘‘

اِس حدیث مبارکہ سے مراد ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت بھی نبی تھے جب روح اور جسم سے مرکب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا تھا۔ اِس طرح حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مجلس میں اپنی ولادت سے بھی پہلے اپنی تخلیق اور نبوت کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجلسِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تخلیقِ آدم علیہ السلام کے وقت بھی اپنے نبی ہونے کا ذکر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم اَرواح میں تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ اسلام بھی اپنی مجالس و اجتماعات میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کرتے ہیں وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خَلقت و نورانیت کو بھی قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ یہ عمل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی پیروی میں معمولاتِ میلاد کا حصہ ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے میلاد کے بیان کے لیے اِہتمامِ اِجتماع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجتماع سے خطبہ جمعہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً دینی و ایمانی، اَخلاقی و روحانی، علمی و فکری، سیاسی و سماجی، معاشی و معاشرتی، قانونی و پارلیمانی، اِنتظامی و اِنصرامی اور تنظیمی و تربیتی موضوعات پر خطبات اِرشاد فرماتے۔ اس کے علاوہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حسبی و نسبی فضیلت

---

(۱) حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۱۰

اور بے مثل ولادت پر بھی گفتگو فرماتے۔ درج ذیل اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے خود اپنی تخلیق و ولادت کی خصوصیت وفضیلت کے بیان کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجتماع کا اہتمام فرمایا۔

۱۔ حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے مروی ہے:

جاء العباس إلی رسول الله ﷺ فکأنه سمع شیئاً، فقام النّبیّ ﷺ علی المنبر، فقال: من أنا؟ فقالوا: أنت رسول الله، علیک السّلام. قال: أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطّلب، إن الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتین، فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل، فجعلنی فی خیرهم قبیلة، ثم جعلهم بیوتاً، فجعلنی فی خیرهم بیتاً و خیرهم نسباً۔[1]

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، (اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی) گویا انہوں نے (حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کفار سے) کچھ (نازیبا الفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بتانا چاہتے تھے)۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات حضور ﷺ کو

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، ۵: ۵۴۳، رقم: ۳۵۳۲

۲۔ ترمذی نے ''الجامع الصحیح (کتاب المناقب، باب فی فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸۴، رقم: ۳۶۰۸)'' میں وخیرھم نسبا کی جگہ وخیرھم نفسا کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں۔

۳۔ احمدبن حنبل نے ''المسند (۱: ۲۱۰، رقم: ۱۷۸۸)'' میں آخر حدیث میں ''فأنا خیرکم بیتا وخیرکم نفسا'' کا اضافہ کیا ہے۔

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۶۵

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۱۶

۶۔ بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، ۱: ۱۶۹

بتائے یا آپ ﷺ علمِ نبوت سے جان گئے) تو حضور ﷺ منبر پر جلوہ اَفروز ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا: آپ پر سلام ہو، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں عبد اللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین گروہ (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس کو دو گروہوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا اور ان میں سے بہترین گروہ (عرب) میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل نکات قابلِ غور ہیں:

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی موضوع پر کوئی اہم اور قابلِ توجہ بات تمام صحابہ کو بتانا مقصود ہوتی تو آپ ﷺ اپنا خطبہ یا تقریر منبر پر کھڑے ہو کر اِرشاد فرماتے۔ اگر معمول کی کوئی بات ہوتی تو آپ ﷺ موقع پر موجود صحابہ کے گوش گزار کر دیتے لیکن منبر پر کھڑے ہو کر خاص نشست کا اہتمام عامۃ المسلمین تک کوئی خاص بات پہنچانے کے لیے ہوتا تھا۔ حدیثِ مذکورہ میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر اِرشاد فرما رہے ہیں، اور یہ اِہتمام اِس اَمر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ صحابہ سے کوئی اہم بات کرنے والے ہیں۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا: ’’میں کون ہوں؟‘‘ سب نے عرض کیا: ’’آپ پر سلام ہو، آپ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب اگرچہ حق و صداقت پر مبنی تھا لیکن مقتضائے حال کے مطابق نہ تھا۔ اس دن اس سوال کا مقصد کچھ اور تھا اور آپ ﷺ اس کا جواب بھی مختلف سننا چاہتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے متعلقہ جواب موصول نہ ہوا تو آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا: ’’میں عبد اللہ

کا بیٹا محمد ہوں۔‘‘ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انہیں اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے باب میں کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ گوشہ ہے جس کا تعلق براہِ راست آپ ﷺ کے میلاد سے ہے۔ اگرچہ یہ وہ معلومات تھیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ خوبی جانتے تھے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا اِس قدر اِہتمام کے ساتھ اس مضمون کو بیان فرمانے کا مقصد جشنِ میلاد کو اپنی سنت بنانا تھا۔

(۳) مذکورہ حدیث میں اَحکامِ اِلٰہی بیان ہوئے ہیں نہ اَعمال و اَخلاق سے متعلق کوئی مضمون بیان ہوا ہے بلکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے بارے آگاہ فرمایا ہے جو موضوعاتِ میلاد میں سے ہے۔

(۴) حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان انفرادی سطح پر نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سے تھا جو خصوصی اِنتظام و اِنصرام کی طرف واضح اِشارہ ہے۔

کتبِ حدیث اور سیرت و فضائل میں سے امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ)، امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ)، امام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)، قاضی عیاض (۴۷۶۔۵۴۴ھ)، علامہ قسطلانی (۸۵۱۔۹۲۳ھ)، علامہ نبہانی (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ) جیسے نام وَر اَئمہ و محدثین اور شارحین کی تصانیف میں ایسی بے شمار احادیث موجود ہیں جن کا تعلق کسی شرعی مسئلہ سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی ولادت، حسب و نسب، خاندانی شرافت و نجابت اور ذاتی عظمت و فضیلت سے ہے۔

۲۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قلت: يارسول الله! إن قريشاً جلسوا فتذاكروا أحسابهم بينهم، فجعلوا مثلک كمثل نخلة فی كبوة من الأرض، فقال النّبيّ ﷺ: إن الله خلق الخلق فجعلنی من خيرهم من خير فرقهم وخير الفريقين، ثم تخيّر القبائل فجعلنی من خير قبيلة، ثم تخيّر

البيوت فجعلنی من خير بيوتهم، فأنا خيرهم نفساً وخيرهم بيتا۔ (۱)

’’میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اُس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا اور ان کے بہترین گروہ میں رکھا اور دونوں گروہوں میں سے بہترین گروہ میں بنایا، پھر قبائل کو منتخب فرمایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا، پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔‘‘

۳۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

إن الله اصطفی من ولد إبراهيم إسماعيل، واصطفی من ولد إسماعيل بنی كنانة، واصطفی من بنی كنانة قريشاً، واصطفی من قريش بنی هاشم، واصطفانی من بنی هاشم۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، ابواب المناقب، باب فی فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸۴، رقم: ۳۶۰۷

۲۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۹۳۷، رقم: ۱۸۰۳

۳۔ أبو يعلی، المسند، ۴: ۱۴۰، رقم: ۱۳۱۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب فی فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸۳، رقم: ۳۶۰۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي ﷺ وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۷

’’بے شک ربِ کائنات نے اِبراہیم (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے اِسماعیل (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، اور اِسماعیل (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اَولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ اِنتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔‘‘

اِس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنا پورا سلسلۂ نسب بیان فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے إصطفی کا لفظ اس لیے بیان کیا کہ صاحبِ نسب، مصطفیٰ ﷺ (چُنے ہوئے) ہیں اور پورے نسبی سلسلہ کو یہ صفاتی لقب دیا گیا ہے۔

۳۔ بیانِ شرف وفضیلت کے لیے اِہتمامِ اِجتماع

حضور نبی اکرم ﷺ نے بیانِ میلاد کے علاوہ اپنی شرف وفضیلت بیان کرنے کے لیے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجتماع کا اہتمام فرمایا:

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جلس ناس من أصحاب رسول الله ﷺ ينتظرونه، قال: فخرج حتى إذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم، فقال بعضهم عجباً: إنَ الله عزوجل اتّخذ من خلقه خليلاً، اتّخذ إبراهيم خليلاً، وقال آخر: ماذا بأعجب من كلام موسى كلّمه تكليماً، وقال آخر: فعيسى كلمة الله وروحه، وقال آخر: آدم اصُطفاه

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱

۵۔ أبو يعلى، المسند، ۱۳: ۴۶۹، ۴۷۲، رقم: ۷۴۸۵، ۷۴۸۷

۶۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۶۶، رقم: ۱۶۱

۷۔ بيهقی، السنن الكبری، ۶: ۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲

۸۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱

اللّٰہ. فخرج علیهم فسلّم، وقال ﷺ: قد سمعت کلامکم وعجبکم أن إبراهیم خلیل اللّٰہ وهو کذلک، وموسٰی نجی اللّٰہ وهو کذالک، وعیسی روح اللّٰہ وکلمته وهو کذلک، وآدم اصْطفاه اللّٰہ وهو کذلک، ألا! وأنا حبیب اللّٰہ ولا فخر، أنا حامل لواء الحمد یوم القیامة ولا فخر، وأنا أول شافعٍ وأول مشفعٍ یوم القیامة ولا فخر، وأنا أول من یحرک حلق الجنة فیفتح اللّٰہ لی فیدخلنیها، ومعي فقراء المومنین ولا فخر، وأنا أکرم الأوّلین والآخرین ولا فخر۔[(۱)]

’’رسول اکرم ﷺ کے کئی صحابہ آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے، جب ان کے قریب ہوئے تو سنا کہ وہ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے (ابراہیم علیہ السلام کو اپنا) خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ تیسرے نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے حلقے میں تشریف لے آئے، سلام کیا اور فرمایا: میں نے تم لوگوں کا کلام

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ، ۲: ۲۰۲، رقم: ۳۶۱۶
۲۔ دارمی، السنن ۱: ۳۹، رقم: ۴۷
۳۔ بغوی، شرح السنة، ۱۳: ۱۹۸، ۲۰۴، رقم: ۳۶۱۷، ۳۶۲۵
۴۔ رازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، ۶: ۱۶۷
۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۶۰
۶۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۲: ۷۰۵

اور اِظہارِ تعجب سن لیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور وہ ایسے ہی ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواءِ حمد (حمد کا جھنڈا) اٹھانے والا ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور سب سے پہلا مشفع ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازے کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے لیکن مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں، اور اَوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرّم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔‘‘

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج يوماً فصلی علی أهل أحد صلاته علی الميت، ثم انصرف إلی المنبر، فقال: إني فرط لکم وأنا شهيد عليکم، وإني واﷲ! لأنظر إلی حوضي الآن، وإني أعطيت مفاتيح خزائن الأرض أو مفاتيح الأرض، وإني واﷲ! ما أخاف عليکم أن تشرکوا بعدي، ولکن أخاف عليکم أن تنافسوا فيها۔ (1)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهيد، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، ۳: ۱۳۱۷، رقم: ۱۴۰۱

’’ایک روز حضور ﷺ باہر (میدانِ اُحد کی طرف) تشریف لے گئے، پس آپ ﷺ نے شہدائے اُحد پر نمازِ جنازہ کی طرح نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ اَفروز ہوئے اور فرمایا: بے شک میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ (یعنی تمہارے اَحوال سے باخبر) ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اِس وقت حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا پرستی میں باہم فخر و مباہات کرنے لگو گے۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ - **ثم انصرف إلی المنبر** (پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ اَفروز ہوئے) - سے ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ کیا قبرستان میں بھی منبر ہوتا ہے؟ منبر تو خطبہ دینے کے لیے مساجد میں بنائے جاتے ہیں، وہاں کوئی مسجد نہ تھی، صرف شہدائے اُحد کے مزارات تھے۔ اُس وقت صرف مسجد نبوی ﷺ ہی میں منبر ہوتا تھا۔ اس لیے شہدائے احد کی قبور پر منبر کا ہونا بظاہر ایک ناممکن سی بات نظر آتی ہے۔ مگر درحقیقت حضور ﷺ کے حکم پر شہدائے اُحد کے قبرستان میں منبر نصب کرنے کا اِہتمام کیا گیا، جس

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب أحد یحبنا، ۴: ۱۴۹۸، رقم: ۳۸۵۷

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها، ۵: ۲۳۶۱، رقم: ۶۰۶۲

۵۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحوض، باب فی الحوض، ۵: ۲۴۰۸، رقم: ۶۲۱۸

۶۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب إثبات الحوض، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶

۷۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۴۹، ۱۵۳

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۴۷۳، رقم: ۳۱۶۸

۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۸، رقم: ۳۲۲۴

کا مطلب ہے کہ منبر شہر مدینہ سے منگوایا گیا یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ ہی لے کر گئے تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اتنا اہتمام کس لیے کیا گیا؟ یہ سارا اِہتمام و اِنتظام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب کے بیان کے لیے منعقد ہونے والے اُس اِجتماع کے لیے تھا جسے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود منعقد فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجتماع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنا شرف اور فضیلت بیان فرمائی جس کے بیان پر پوری حدیث مشتمل ہے۔ اِس طرح یہ حدیث جلسۂ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و فضیلت کو بیان کرنے کے لیے اِجتماع کا اہتمام کرنا خود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لہٰذا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل سجانا اور جلسوں کا اِہتمام کرنا مقتضائے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں ایسی محافل و اِجتماعات کے اِنعقاد کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے تاکہ اُمت کے دلوں میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت نقش ہو اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

باب دُوُم

بیانِ سیرت و فضائلِ رسول ﷺ

میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں منعقد ہونے والے اِجتماعات میں آپ ﷺ کی سیرت و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ محفلِ میلاد النبی ﷺ میں تذکارِ رسالت درج ذیل پانچ جہتوں میں ہوتا ہے:

۱۔ اَحکامِ شریعت کا بیان

محافلِ میلاد النبی ﷺ میں اِسلامی اَحکام مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر اَحکامِ شریعت کے بیان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُن ارشادات وتعلیمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اِسلامی شریعت کی بنیاد ہیں اور جن پر اَرکانِ اِیمان و اِسلام کی عمارت قائم ہے۔ فقہی اور فروعی مسائل کو موضوع بنانے کے بجائے اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرض عبادات کی ادائیگی درجۂ قبولیت تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہے؟ رسول اکرم ﷺ کی اِتباع اور محبت کس طرح ہم پر فوز وفلاح کے دروازے وَا کرتی ہے اور ہم ایمان کے تقاضوں کو کس طرح بطریقِ اَحسن پورا کر سکتے ہیں؟ اِس طرح کی دیگر اَبحاث محفلِ میلاد میں بیان کی جاتی ہیں تاکہ اُسوۂ کامل کی روشنی میں عبادات کی روح کو اپنے اندر سمو کر اپنے اعمال اور شخصیت کی عمارت کو اَحکامِ شریعت کی بنیادوں پر استوار کرنے کے عہد کی تجدید کی جا سکے۔

۲۔ تذکارِ خصائلِ مصطفیٰ ﷺ

محافلِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اپنایا جانے والا دوسرا طریقہ ''تذکارِ خصائلِ مصطفیٰ ﷺ'' ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

یہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ ﷺ کی سنت، سیرت اور خُلقِ عظیم کا پرتَو جھلکتا دکھائی رہتا ہے۔ اس تذکار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنی زندگی کو اِنفرادی اور اِجتماعی سطح پر آپ ﷺ کی تعلیمات اور متعین کردہ اَقدار سے سنواریں اور اپنے شب و روز آپ ﷺ کی سنت کے مطابق بسر کریں۔ یہ دوسرا موضوع ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کے حوالے سے علمائے کرام محافلِ میلاد میں زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اگرچہ محافلِ میلاد کا اَوّلین مقصد آمدِ مصطفیٰ ﷺ کی یاد میں جشنِ مسرت منانا ہے لیکن ان تقریباتِ سعیدہ میں قرآنی تعلیمات اور سیرتِ مبارکہ کے تعلیمی، تربیتی، اَخلاقی اور روحانی پہلوؤں کا ذکر بھی علمائے کرام اپنی تقاریر و خطابات میں خصوصی طور پر کرتے ہیں۔

۳۔ تذکارِ شمائلِ مصطفیٰ ﷺ

تذکارِ رسالت ﷺ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے شمائل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی کا حسین تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے حسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں نہایت ہی خوبصورت اور دلکش انداز میں کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے وَالضُّحیٰ چہرے، وَاللَّیل زلفوں، مَا زَاغَ الْبَصَر کا دل آویز بیان سماعتوں میں رَس گھولنے لگتا ہے۔ آپ ﷺ سر تا قدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اَطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر مست و بے خود ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسنِ سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی ﷺ کا حسنِ سرمدی اِظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعووں کے باوجود بھی اُسے کما حقہٗ بیان کرنے سے عاجز تھے۔

ماہِ میلاد میں نورِ مجسم حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسی حسنِ بے مثال کا تذکرہ ہوتا ہے، کوئی آپ ﷺ کے مبارک زلف و رخسار کا ذکر کرتا ہے تو کوئی چشمانِ مقدسہ کی تاثیرِ

کرم کی مدح سناتا ہے، کوئی گوش مبارک کی دلکشی اور ان کی بے مثل سماعت پر سلام بھیجتا ہے تو کوئی گل قدس کی پتیوں جیسے نازک ہونٹوں پر درود پڑھتا ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے صادر ہونے والے معجزات کا ذکر چھیڑتا ہے تو کوئی حسن و جمال سے معمور دہنِ اقدس اور اس سے نکلے ہوئے لعاب مبارک کی برکات کے نغمات الاپتا ہے۔ اس تذکارِ شمائل سے وجود میں کیفیاتِ وجد کا نزول ہونے لگتا ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حضوری کی خیرات ملنے لگتی ہے۔ یہی وہ کیفیات ہیں جو ان محافل کا حاصل ہیں اور جن سے قلب و روح میں تجلیّاتِ ایمان کا ورود ہونے لگتا ہے۔ یہ وہ توشۂ آخرت ہے جو سفرِ حشر میں مومن کے بہت کام آئے گا۔

۴۔ تذکارِ خصائص و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ

محفلِ میلاد النبی ﷺ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے خصائص و فضائل کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے خصائص و فضائل اور اَوصاف و کمالات ہی ہیں جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیھم السلام اور تمام انسانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ آپ ﷺ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں، آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں تمام اَنبیاء و رُسل کے محامد و محاسن اور معجزات و کمالات بہ درجۂ اَتم جمع فرما دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو تمام اہلِ جہان پر شرف و فضیلت عطا فرمائی اور تمام اَوّلین و آخرین کا سید اور سردار بنایا۔ آپ ﷺ کو اپنے قربِ خاص سے نوازا اور شبِ معراج عرش پر بلا کر اپنا دیدار عطا فرمایا۔ اُس نے قرآن حکیم میں آپ ﷺ کی اِطاعت کو اپنی اطاعت،(۱) آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا،(۲) آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت،(۳) آپ ﷺ کے فعل کو اپنا فعل،(۴) نطقِ رسول کو اپنی وحی،(۵) آپ ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی،(۶)

(۱) النساء، ۴: ۸۰
(۲) التوبة، ۹: ۶۲
(۳) الفتح، ۴۸: ۱۰
(۴) الأنفال، ۸: ۱۷
(۵) النجم، ۵۳: ۳، ۴
(۶) النساء، ۴: ۱۴

آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت[1] اور آپ ﷺ کی عطا کو اپنی عطا قرار دیا۔[2] اِس پرمستزاد حضور سرورِ کائنات ﷺ کو ایسے دُنیوی، برزخی اور اُخروی خصائص و فضائل سے نوازا جو بے مثال ہونے کے علاوہ حدِ شمار سے بھی باہر ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کی مبارک تقریبات میں حسنِ صورت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں، اِس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی کثیر الجہت شانوں کا بیان اہلِ ایمان کے دلوں میں عشق و محبت کی وہ شمعیں فروزاں کر دیتا ہے جن کی ضوء شبستان زندگی کو منور کر دیتی ہے۔ آپ ﷺ کے فضائل و خصائص پر مشتمل چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا أوّلهم خروجاً، وأنا قائدهم إذا وفدوا وأنا خطيبهم إذا أنصتوا، وأنا مشفعهم إذا حبسوا، وأنا مبشّرهم إذا أيسوا. الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدى، وأنا أكرم ولد آدم على ربى، يطوف عليّ ألف خادم كأنهم بيض مكنون أو لؤلؤ منثور۔[3]

---

(۱) التوبة، ۹: ۶۳

(۲) التوبة، ۹: ۵۹، ۷۴

(۳) ۱۔ دارمی، السنن ۱: ۳۹، رقم: ۴۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة بنی إسرائيل، ۵: ۳۰۸، رقم: ۳۱۴۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، ۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۱۰

۴۔ أبو يعلی، المعجم: ۱۴۷، رقم: ۱۶۰

۵۔ قزوينی، التدوين فی أخبار قزوين، ۱: ۲۳۴، ۲۳۵

۶۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۷، رقم: ۱۱۷

”(روزِ قیامت) سب سے پہلے میں (اپنی قبرِ انور سے) نکلوں گا اور جب لوگ وفد بن کر جائیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا۔ میں ہی ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب وہ روک دیے جائیں گے، اور میں ہی انہیں خوش خبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اُس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اپنے رب کے ہاں اَولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں میرے اِردگرد اُس روز ہزار خادم پھریں گے گویا وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے (یعنی پوشیدہ حسن) ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔“

اِس حدیثِ مبارکہ میں روزِ قیامت آپ ﷺ کو عطا ہونے والے مراتب و درجات کا ذکر ہے اور یہ بھی موضوعاتِ میلاد میں سے ہیں۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا سيّد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء الحمد ولا فخر، وما من نبيّ يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي، وأنا أوّل من تنشقّ عنه الأرض ولا فخر۔[1]

۷۔ بغوی، شرح السنة، ۱۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۲۴

۸۔ ابن أبي حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۱۰: ۳۲۱۲، رقم: ۱۸۱۸۹

۹۔ بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشریعة، ۵: ۴۸۴

۱۰۔ أبو نعیم، دلائل النبوة، ۱: ۶۴، ۶۵، رقم: ۲۴

۱۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۱۳۱

۱۲۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۸: ۳۷۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، ۵: ۵۸۷، رقم: ۳۶۱۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیّنا علی جمیع

''روزِ قیامت میں تمام اَولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اِس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز لواءِ حمد (حمدِ اِلٰہی کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز آدم سمیت تمام نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا اور اس (اَوّلیت) پر مجھے فخر نہیں۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

أنا أوّل من تنشقّ عنه الأرض، فأُكسَى الحُلة من حُلل الجنة، ثم أقوم عن يمين العرش ليس أحد من الخلائق يقوم ذالک المقام غيری۔(۱)

''(روزِ قیامت) میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا، مجھے جنت کی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی، پھر میں عرشِ الٰہی کے دائیں جانب اُس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ایک (فرد) بھی کھڑا نہیں ہوگا۔''

ہم اِن اَحادیث کو بہ طور حوالہ اس لیے لا رہے ہیں تاکہ یہ اَمر واضح ہو جائے

.... الخلائق، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۹۸، رقم: ۶۴۷۸

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲

۶۔ أبو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳

۷۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۹: ۴۵۵، رقم: ۴۲۸

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۱۱

۲۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱۰: ۲۶۳

کہ ان میں کسی قسم کے اَحکامِ شریعت یا حلال و حرام اور تبلیغ و دعوت یا سیرت وغیرہ کے کوئی پہلو بیان ہوئے ہیں نہ آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کا کوئی ذکر ہوا ہے بلکہ ان میں تواتر کے ساتھ جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ حضور ﷺ کے فضائل و خصائص اور اَولادِ آدم علیہ السلام میں آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ، بے مثال عظمت و رِفعت اور روحانی مدارج کا ذکر ہے۔ کتبِ اَحادیث میں فضائل و مناقب کے ذیل میں صرف یہی خاص مضمون بیان ہوئے ہیں اور اَصلاً یہ میلاد شریف کے مضامین ہیں۔

۵۔ ذکرِ وِلادت اور روحانی آثار و علائم کا تذکرہ

محفلِ میلاد کا پانچواں پہلو آپ ﷺ کی ولادت کے تذکار اور بہ وقتِ ولادت رونما ہونے والی روحانی علامات و آثار کے بیان پر مشتمل ہے۔ محافلِ میلاد میں ہم خصوصیت کے ساتھ آقائے دوجہاں ﷺ کی ولادت باسعادت اور ان خارق العادت روحانی آثار و علائم کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان ساعتوں یا عہد نبوی ﷺ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ کے عہد شباب اور عمر مبارک کے چالیس سال کو پہنچنے پر پیغمبرانہ منصب پر فائز ہونے کے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تذکارِ میلاد میں ان فوق العادۃ روحانی واقعات اور آثار و علامات کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے۔ ان محیر العقول واقعات کو بیان کیا جاتا ہے جو ظہورِ قدسی کے وقت شہر مکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں پیش آئے، جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے متعلق سابقہ الہامی کتب میں مذکور ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک نسل در نسل اور گروہ در گروہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی آمد کے تذکرے کرتے رہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔ یہ سب بشارتیں جو کتبِ سابقہ اور صحائفِ آسمانی میں آپ ﷺ کے بارے میں مرقوم تھیں، میلاد کا موضوع بنتی ہیں۔ اِسی طرح حضور ﷺ کا

حسب و نسب اور حضرت آدم علیہ السلام سے آگے جن پاک پشتوں میں آپ ﷺ کا نور منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں دُرِّ یتیم کی صورت میں ظاہر ہوا اور وہ نوعِ اِنسانی کے لیے اللہ کے فضل اور نعمت کے طور پر جلوہ گر ہوا، میلاد کا نفسِ مضمون ہیں جن کا ذکر مولد یا میلاد کے موضوع میں ڈھل جاتا ہے۔

الغرض آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے اَحوال اور رشکِ زمانہ سیدہ آمنہ اور سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہما کی آغوشِ عاطفت میں آپ ﷺ کے عہدِ طفلی کے حالات و واقعات کا تذکرہ ان پاکیزہ محافل و مجالس میں قلب و روح کے تار ہلا دیتا ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات و کمالات بیان کیے جاتے ہیں تو وجد و مستی کے ایسے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے، انہیں بیان کرنے کی سکت کسی قلم اور زبان میں نہیں۔

میلاد النبی ﷺ ایمان کو جلا بخشنے کا ایک انتہائی مؤثر و مجرب ذریعہ ہے۔ اس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اِقبال رحمۃ اللہ علیہ قوتِ عشق کا نام دیتے ہیں اور جس کی بدولت اسمِ محمد ﷺ کی ضیاء پاشیوں سے شبستانِ دہر میں اُجالا کیا جا سکتا ہے۔ یہی جشنِ میلاد منانے کا مدعا و مقصود ہے۔ بقول اقبالؔ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اِسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے (۱)

(۱) اِقبال، کلیات (اُردو)، بانگِ درا: ۲۰۷/۲۰۷

باب سوُم

مدحت و نعتِ رسول ﷺ

محافلِ میلاد النبی ﷺ کا ایک اہم ترین عنصر حضور ﷺ کی مدح سرائی اور نعت خوانی ہے۔ اہلِ اسلام محافلِ نعت منعقد کر کے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ نعتِ مصطفیٰ ﷺ کوئی نیا عمل نہیں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ذیل میں اِس ضمن میں چند حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں:

ا۔ قرآن میں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کا ذکرِ جمیل پیرایۂ نعت میں کیا ہے۔ خالقِ کائنات اپنے حبیب ﷺ سے جب بھی روئے خطاب ہوا تو نام لینے کی بجائے کبھی یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہا اور کبھی یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ اور کبھی یٰسین کے لقب سے پکارا۔ اِسی طرح کلامِ مجید میں کہیں وَالضُّحٰی کہہ کر آپ ﷺ کے رُخِ اَنور کی قسم کھائی اور کہیں وَاللَّیْل کہہ کر آپ ﷺ کی شبِ تاریک کی مانند سیاہ زلفوں کی قسم کھائی۔ ھمہ قرآن دَر شانِ محمد ﷺ کے مصداق پورا قرآن حکیم حضور ﷺ کی مدح اور نعت ہی تو ہے۔ اِس کے پیرایۂ اِظہار میں نعت ہی کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ بہ طور حوالہ چند آیات درج ذیل ہیں:

ا۔ آپ ﷺ کے شرحِ صدر، رفعِ بارِ غم اور رِفعتِ ذکر کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَo وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَo الَّذِیْٓ

اَنْقَضَ ظَھْرَکَo وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَo[(۱)]

’’کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (اَنوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرما دیاo اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اتار دیاo جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھاo اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیاo‘‘

۲۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے ہمہ وقت آپ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔ اِرشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo[(۲)]

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کروo‘‘

۳۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بارے میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاo[(۳)]

’’اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اِس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اِطاعت

---

(۱) الإنشراح، ۹۴: ۱۔۴
(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۶
(۳) النساء، ۴: ۶۴

کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے o‘‘

۴۔ آپ ﷺ کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًاo[1]

’’جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا، اور جس نے رُوگردانی کی تو ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجاo‘‘

۵۔ تورات و انجیل میں آپ ﷺ کے تذکرۂ اَوصاف کے ضمن میں فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَھُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُھُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھٰـھُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡھِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَo[2]

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اَخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور اِنجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو

(۱) النساء، ۴: ۸۰

(۲) الأعراف، ۷: ۱۵۷

اُنہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اُس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں٥''

۶۔ آپ ﷺ کی رِسالتِ عامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔[1]

''آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔''

۷۔ معرکۂ بدر میں کفار پر آپ ﷺ کے کنکریاں پھینکنے کے عمل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى۔[2]

''اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔''

۸۔ آپ ﷺ کے اپنی اُمت پر رؤوف و رحیم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۸
(۲) الانفال، ۸: ۱۷

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْکُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌo(۱)

’’بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق، بے حد رحم فرمانے والے ہیںo‘‘

۹۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی عمر مبارک کی یوں قسم کھاتا ہے:

لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَکْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَo(۲)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمر مبارک کی قسم! بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیںo‘‘

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کا مشقت میں پڑنا گراں گزرا تو فرمایا:

طٰهٰo مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰيo(۳)

’’طٰہٰ (اے محبوبِ مکرّم!)o ہم نے آپ پر قرآن (اِس لیے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیںo‘‘

۱۱۔ آپ ﷺ کی شانِ رحمۃً للعالمینی کو درج ذیل آیت میں بیان فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَo(۴)

(۱) التوبہ، ۹:۱۲۸

(۲) الحجر، ۱۵:۷۲

(۳) طٰہٰ، ۲۰: ۱، ۲

(۴) الأنبیاء، ۲۱:۱۰۷

’’اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کرo‘‘

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ج فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo[1]

’’(اے مسلمانو!) تم رسول (ﷺ) کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے)، بے شک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت ﷺ سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے اَمرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گاo‘‘

۱۳۔ آپ ﷺ کو تمام ایمان والوں کی جانوں سے زیادہ قریب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔[2]

’’یہ نبیٔ (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ (ﷺ) کی اَزواجِ (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔‘‘

(۱) النور، ۲۴: ۶۳

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۶

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا۔ اِرشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo وَّدَاعِیًا اِلَی اللهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًاo(۱)

”اے نبیِّ (مکرّم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوش خبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہےo اور اُس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)o“

۱۵۔ آپ ﷺ کی اِن بے مثال شانوں کو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo لِّتُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًاo(۲)

”بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اَعمال و اَحوالِ اُمت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہےo تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کروo“

۱۶۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان بہ طریقِ نعت یوں بیان فرمائی:

یٰسٓo وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِo اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَo(۳)

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۵، ۴۶

(۲) الفتح، ۴۸: ۸، ۹

(۳) یٰسین، ۳۶: ۱۔۳

’’یاسین (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)o حکمت سے معمور قرآن کی قَسم o بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیںo‘‘

۱۷۔ آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاo(۱)

’’اے (حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے، پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اُس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عن قریب اسے بہت بڑا اَجر عطا فرمائے گاo‘‘

۱۸۔ آپ ﷺ کی آواز سے اونچی آواز کرنے اور آپ ﷺ کو دوسروں کی مثل پکارنے پر اَعمال کے ضائع ہو جانے کی وعید سناتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَo(۲)

’’اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیِ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) الحجرات، ۴۹: ۲

سارے اَعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اَعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو o‘‘

۱۹۔ آپ ﷺ کی آواز سے پست آواز رکھنے کو تقویٰ کا معیار قرار دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌo(۱)

’’بے شک جو لوگ رسول (ﷺ) کی بارگاہ میں (اَدب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے، ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اَجرِ عظیم ہےo‘‘

۲۰۔ آپ ﷺ کا واقعہ مُعراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُo(۲)

’’وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اَقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہےo‘‘

۲۱۔ سورۃ النجم میں آپ ﷺ کے واقعہ معراج کو تفصیلاً نہایت ہی حسین پیرایہ

(۱) الحجرات، ۴۹: ۳

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱

میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰیO مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰیO وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰیO عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰیO ذُوْمِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰیO وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰیO ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیO فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰیO فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰیO مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰیO اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰیO وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیO عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیO عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰیO اِذْ يَغْشَی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰیO مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰیO لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰیO (۱)

’’قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشمِ زدن میں شبِ معراج اوپر جا کر) نیچے اُترےO تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول ﷺ) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکےO اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتےO اُن کا اِرشاد سَراسَر وحی ہوتی ہے جو اُنہیں کی جاتی ہےO ان کو بڑی قوتوں والے (رب) نے (براہِ راست) علمِ (کامل) سے نوازاO جو حسنِ مُطلَق ہے، پھر اُس (جلوۂ حُسن) نے (اپنے) ظہور کا ارادہ فرمایاO اور وہ (محمد ﷺ شبِ معراج عالمِ مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالَمِ خلق کی انتہاء پر تھے)O پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیاO پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم ﷺ میں صِرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (اِنتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہوگیا)O پس (اُس خاص مقامِ قُرب و وصال پر) اُس (اللہ) نے اپنے عبدِ (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائیO (اُن کے) دل نے اُس

(۱) النجم، ۵۳: ۱-۱۸

کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھاo کیا تم ان سے اِس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھاo اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)o سِدرۃ المنتہیٰ کے قریبo اسی کے پاس جنت الماوٰی ہےo جب نورِ حق کی تجلّیات سِدرَۃ (المنتہیٰ) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیںo اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)o بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیںo‘‘

۲۲۔ آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کو یوں بیان فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍo[1]

’’اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزیّن اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متصف ہیں)o‘‘

۲۳۔ آپ ﷺ کے شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِo وَاَنْتَ حِلٌّم بِھٰذَا الْبَلَدِo وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَo[2]

’’میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوںo (اے حبیبِ مکرم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیںo (اے حبیبِ مکرم! آپ کے) والد (آدم یا اِبراہیم علیھما السلام) کی قسم اور (اُن کی) قسم جن کی ولادت ہوئیo‘‘

۲۴۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسموں اور چند دیگر خصائل کا تذکرہ یوں فرمایا:

(۱) القلم، ۶۸: ۴

(۲) البلد، ۹۰: ۱۔۳

وَالضُّحٰیO وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیO وَلَـلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی O وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیO اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰیO وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰیO وَوَجَدَکَ عَآئِـلًا فَاَغْنٰیO فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَـلَا تَقْهَرْO وَاَمَّا السَّآئِلَ فَـلَا تَنْهَرْO وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْO(۱)

’’(اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرۂ انور) کی (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا)O اور (اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائےO آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہےO اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہےO اور آپ کا رب عن قریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گےO (اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیاO اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیاO اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی دید کی لذت سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیاO سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیںO اور (اپنے دَر کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیںO اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریںO‘‘

۲۵۔ آپ ﷺ کو خیرِ کثیر عطا کیے جانے کا ذکر یوں فرمایا:

---

(۱) الضحی، ۹۳: ۱۔۱۱

اِنَّـآ اَعۡطَيۡنٰـكَ الۡكَوۡثَرَ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ○(۱)

”بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے○ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے)○ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشاں ہوگا○“

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات سے حضور نبی اکرم ﷺ کے شرف و فضیلت اور رِفعت و عظمت کا پہلو اُجاگر ہو رہا ہے جب کہ نعت کا موضوع بھی یہی قرار پاتا ہے۔ اگر کوئی اِعتراض کرے کہ حضور ﷺ کی نعت پڑھنا اور سننا (معاذ اللہ) ناجائز ہے تو یہ مندرجہ بالا آیات میں بیان کیے گئے مضمون کے اِنکار کے مترادف ہوگا۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی نعت سنی

حضور نبی اکرم ﷺ خود محفلِ نعت منعقد فرماتے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ وہ آپ ﷺ کی مدح میں لکھے ہوئے قصائد پڑھ کر سنائیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حضور ﷺ کی مدح سرائی کا شرف حاصل ہوا۔ اِس ضمن میں وارِد چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يضع لحسان منبراً فی المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله ﷺ أو قالت: ينافح عن رسول الله ﷺ۔

(۱) الکوثر، ۱۰۸: ۱۔۳

''حضور نبی اکرم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق (کفار و مشرکین کے مقابلہ میں) فخریہ شعر پڑھتے یا فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا دفاع کرتے۔''

حدیث شریف میں وارِد لفظ ''کَانَ'' اس امر کی خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ بار بار ہوا اور یہ آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں منبر پر بلاتے اور وہ حضور ﷺ کی شان میں نعت پڑھتے اور کفار کی ہجو میں لکھا ہوا کلام سناتے۔ اس سے آپ ﷺ کی عظمت و شوکت اور علومرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان آپ ﷺ کی نعت پڑھتے تو آپ ﷺ خوش ہوکر فرماتے:

إن اللہ تعالی یؤیّد حسان بروح القدس ما یفاخر أو ینافح عن رسول اللہ۔(۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کے متعلق فخریہ اَشعار بیان کرتا ہے یا (اَشعار کی صورت میں) ان کا دفاع کرتا ہے۔''

۲۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا:

إن روح القدس لا یزال یؤیّدک ما نافحت عن اللہ ورسولہ. ......

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب فی إنشاد الشعر، ۵: ۱۳۸، رقم: ۲۸۴۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۷۲، رقم: ۲۴۴۸۱

۳۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۳: ۵۵۴، رقم: ۶۰۵۸

۴۔ ابو یعلی، المسند، ۸: ۱۸۹، رقم: ۴۷۴۶

هجاهم حسان فشفى واشتفى.

’’بے شک روح القدس (جبرئیل امین) تمہاری مدد میں رہتے ہیں جب تک تم اللہ اور اُس کے رسول کا دفاع کرتے ہو۔ ...... حسان نے کافروں کی ہجو کی، (مسلمانوں کو) تشفی دی اور خود بھی تشفی پائی۔‘‘

اور سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اَشعار پڑھے:

هجوت محمداً فأجبت عنه
وعند الله في ذاك الجزاء

هجوت محمداً برًّا تقيا
رسول الله شِيُمَتُه الوفاء

فإن أبي ووالده وعرضي
لِعِرُضِ محمد منكم وِقَاءُ[1]

(تو نے محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اِس (جواب) پر اللہ کے پاس جزا ہے۔ تو نے اس محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے جو کہ نیک، پرہیزگار، اللہ کے رسول ہیں، وفا جن کی خصلت ہے۔ پس بے شک میرے والد، اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت و آبرو تمہارے مقابلے میں عزت و ناموسِ محمد ﷺ کے دفاع کا ذریعہ ہے۔)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۶، رقم: ۲۴۹۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۳۸

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۳۸، رقم: ۳۵۸۲

۴۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۲۰، ۲۱

۳۔ واقعۂ اِفک میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی منافقین کے پراپیگنڈے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ثناء خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: حسان تو وہ ہے کہ جس نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ نعت پڑھی ہے:

فإن أبي ووالده وعرضي
لِعِرْضِ محمدٍ منكم وِقَاءُ(۱)

''پس بے شک میرے والد، اوران کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت وآبرو (اے کفار!) تمہارے مقابلے میں عزت و ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کا ذریعہ ہیں۔''

۴۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

يا حسان! أجب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللّهم أيّده بروح القدس۔

''اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے (کفار کو) جواب دو، اے اللہ! اِس کی روح الامین کے ذریعے مدد فرما۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المغازی، باب حديث الإفك، ۴: ۱۵۱۸، رقم: ۳۹۱۰
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب فی حديث الإفك وقبول توبة القاذف، ۴: ۲۱۳۷، رقم: ۲۷۷۰
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۹۷
۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۲۹۶، رقم: ۸۹۳۱
۵۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۳۴۱، رقم: ۴۹۳۳
۶۔ حسان بن ثابت، ديوان: ۲۱

ہوئے سنا ہے۔(۱)

۵۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اهجهم (أو قال:) هاجهم وجبريل معک۔(۲)

(۱) ١۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب هجاء المشرکين، ۵: ۲۲۷۹، رقم: ۵۸۰۰
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الصلاة، باب الشعر فی المسجد، ۱: ۱۷۳، رقم: ۴۴۲
۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۳، رقم: ۲۴۸۵
۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۵۱، رقم: ۱۰۰۰۰
۵۔ أبو يعلی، المسند، ۱۰: ۴۱۱، رقم: ۶۰۱۷
۶۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۳۷
۷۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۰۸، رقم: ۶۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب هجاء المشرکين، ۵: ۲۲۷۹، رقم: ۵۸۰۱
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۳: ۱۱۷۶، رقم: ۳۰۴۱
۳۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الأحزاب ومخرجه إلی بنی قريظة، ۴: ۱۵۱۲، رقم: ۳۸۹۷
۴۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۳، رقم: ۲۴۸۶
۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۲
۶۔ طيالسی، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۷۳۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۳۷
۸۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۴: ۴۱، رقم: ۳۵۸۸

”(اے حسان! جو لوگ میرے گستاخ اور بے ادب ہیں تم نعت میں) اُن کی ہجو اور گستاخانہ کلمات کا جواب دو۔ (اِس کام میں) جبرائیل بھی تمہارے مددگار ہیں۔“

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کتنی دیر اپنا حمدیہ اور نعتیہ کلام بارگاہِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت پہنچاتے رہے۔

(۲) حضرت اَسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بارگاہِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! إنی قد مدحت اللہ بمدحة و مدحتک بأخری.

”یا رسول اللہ! بے شک میں نے ایک قصیدہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے اور دوسرے قصیدہ میں آپ کی نعت بیان کی ہے۔“

اِس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ھات و ابدأ بمدحة اللہ عزوجل۔(۱)

”آؤ اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے اِبتداء کرو۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس سے یہ مفہوم اخذ ہو رہا ہے کہ آپ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۴، رقم: ۱۶۳۰۰
۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۱۸۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۸۷، رقم: ۸۴۲
۴۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۴: ۸۹، رقم: ۴۳۶۵

ﷺ نے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کو حمد اور نعت میں سے بتقاضائے حفظ مراتب حمدِ الٰہی سے ابتداء کا حکم دیا اور اس کے بعد نعت کے اشعار بھی سنے ہوں گے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

۱۔ حضرت ہیثم بن ابی سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وعظ میں رسول اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن رواحہ بالکل لغویات نہیں کہتا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اَشعار بیان کیے:

وفينا رسول الله يتلو كتابه
إذا انشقّ معروف من الفجر ساطع

أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا
به موقنات أن ما قال واقع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه
إذا استثقلت بالمشركين المضاجع[1]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجمعة، باب فضل من تعار من الليل فصلی، ۱: ۳۸۷، رقم: ۱۱۰۴

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، ۵: ۲۲۷۸، رقم: ۵۷۹۹

۳۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۲۱۲، رقم: ۲۷۵۴

۴۔ بخاری، التاريخ الصغير: ۲۳، رقم: ۷۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۱

۶۔ بيهقی، السنن الكبریٰ، ۱۰: ۲۳۹

۷۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۴۶۵

(اور ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، جب کہ فجر طلوع ہوتی ہے۔ انہوں نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اس کے بعد کہ ہم جہالت کی تاریکی میں تھے، چنانچہ ہمارے دل یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کہا وہ ہو کر رہے گا۔ آپ ﷺ اس حال میں رات گزارتے ہیں کہ بستر سے آپ ﷺ کا پہلو جدا ہوتا ہے، جب کہ مشرکین کے بستر ان کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں یعنی ان کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ عمرۂ قضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ آپ ﷺ کے آگے آگے چلتے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

خلُّوا بنی الکفار عن سبیله
الیوم نضربکم علی تنزیله
ضربًا یزیل الهام عن مقیله
ویذهل الخلیل عن خلیله

''اے اولادِ کفار! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، آج ہم تمہیں حکمِ قرآن کی مار ماریں گے۔ ایسی مار جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے دور کردے گی، اور دوست کو دوست سے جدا کردے گی۔''

اِس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

یا ابن رواحة! بین یدی رسول الله ﷺ وفی حرم الله تقول الشّعر؟

''اے ابن رواحہ! تم حضور ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر کہہ رہے

ہو؟‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال سنا تو اُن سے فرمایا:

خل عنه يا عمر! فلهي أسرع فيهم من نضح النبل۔ (1)

’’اے عمر! اِسے کہنے دو، یہ اَشعار ان کفار (کے دلوں) پر تیر برسانے سے بھی زیادہ تیز ہیں۔‘‘

(۴) حضرت عامر بن اَکوع رضی اللہ عنہ سے مجمع عام میں نعتیہ اَشعار سننا

حضرت سلمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔ قافلہ میں سے کسی شخص نے میرے بھائی عامر بن اَکوع سے کہا کہ آج آپ ہمیں اپنا کوئی کلام سنائیں۔ وہ اونٹ سے اُترے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

اللّٰهم! لو لا أنت ما اهتدينا
و لا تصدّقنا و لا صلّينا

فاغفر فداء لک ما اتّقينا
و ثبّت الأقدام إن لاقينا

’’اے ہمارے پروردگار! اگر تو (اپنا محبوب ہمارے درمیان بھیج کر) ہمارے

---

(۱) ۱۔ ترمذی نے ”الجامع الصحيح (کتاب الأدب، باب ما جاء فی إنشاد الشعر، ۵: ۱۳۹، رقم: ۲۸۴۷)“ میں اِس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ نسائی، السنن، کتاب مناسك الحج، باب إنشاد الشعر فی الحرم، ۵: ۲۰۲، رقم: ۲۸۷۳

۳۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۳: ۱۵۱

شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم ہرگز ہدایت پاسکتے نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز قائم کرسکتے۔ میں تجھ پر فدا! تو ہماری خطائیں معاف فرما جب تک ہم تقوی اِختیار کیے ہوئے ہیں اور جب دشمن سے ہمارا سامنا ہوتو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔‘‘

یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من هذا السائق؟

’’یہ اونٹنی چلانے والا (اور میری نعت کہنے والا) کون ہے؟‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ عامر بن اکوع ہیں۔ حضور ﷺ نے خوش ہوکر دعا دیتے ہوئے فرمایا:

یرحمه الله۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرمائے۔‘‘

یہ حضور ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نعت سن کر اپنے ثناء خواں کے حق میں دعا کرتے اور انہیں اپنی توجہات اور فیوضات سے مالا مال کرتے۔

---

(۱) ۱۔بخاری،الصحیح، کتاب المغازی،باب غزوۃ خیبر، ۴: ۱۵۳۷، رقم: ۳۹۶۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب،باب ما یجوز من الشّعر، ۵: ۲۲۷۷، رقم: ۵۷۹۶

۳۔ مسلم،الصحیح، کتاب الجهاد، باب غزوۃ خیبر، ۳: ۱۴۲۸، رقم: ۱۸۰۲

۴۔ابو عوانہ، المسند، ۴: ۳۱۴، رقم: ۶۸۳۰

۵۔بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۲۷

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۳۲، رقم: ۶۲۹۴

۵۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے نعت سننا

حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی غزوۂ تبوک سے واپسی پر حاضر ہوکر اسلام قبول کیا تو میں نے عباس بن عبد المطلب کو یہ کہتے ہوئے سنا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں۔ اُن کے اِظہارِ خواہش پر حضور ﷺ نے فرمایا:

قل، لا یفضض اللہ فاک.

’’کہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی آپ کے دانت سلامت رہیں)۔‘‘

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی شانِ اَقدس میں درج ذیل نعتیہ اَشعار کہے:

من قبلها طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق

(جب حضرت آدم علیہ السلام (اور حضرت حوا علیہا السلام) اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اُس وقت سے بھی بہت پہلے آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم جنت کے سایوں اور اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں بھی پاکیزہ تھے۔)

ثم هبطت البلاد لا بشر
أنت ولا مضغة ولا علق

(اُن کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم بھی اُن کے ہمراہ زمین پر تشریف لے آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی دانتوں سے چبائے ہوئے لوتھڑے

اورعلق کی حالت میں۔)

بل نطفة ترکب السفين وقد
ألجم نسرا وأهله الغرق

(بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی مبارک پشت میں ایک تولیدی قطرہ کی حالت میں کشتی میں سوار تھے جب (دریا کے) غرق نے نسر (بت) اور اس کی پرستش کرنے والوں کو لگام دی تھی (یعنی طوفان کے باعث منکرینِ نوح غرق ہوگئے تھے)۔)

تنقل من صالب إلی رحم
إذا مضی عالم بدا طبق

(آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم مقدس اَصلاب سے پاکیزہ اَرحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہوجاتا۔)

حتی احتوی بیتک المهيمن من
خندف علياء تحتها النطق

(یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کا مبارک شرف جو آپ کے فضل پر گواہ ہے قبیلہ خندف (قریش) کے نسب کے اَعلیٰ مقام پر فائز ہوا (جب کہ دوسرے تمام لوگ آپ کے اِس مقام سے نیچے ہیں)۔)

وأنت لما ولدت أشرقت الأ
رض وضاءت بنورک الأفق

(اور جب آپ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو آپ کی تشریف آوری کے باعث زمین پُرنور ہوگئی اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔)

فنحن في ذلک الضياء وفي
النور وسبل الرشاد نخترق[(١)]

(ہم آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کی ضیاء پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہِ ہدایت پر گام زَن ہیں۔)

(٦) حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نعت سننا اور آپ ﷺ کا اُنہیں چادر عطا فرمانا

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: کعب بن زہیر بن ابو سلمٰی بھاگ کر مدینہ منورہ آئے تو قبیلہ جہینہ کے ایک شناسا شخص کے پاس رات ٹھہرے، نمازِ فجر کے وقت وہ انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے تو انہوں نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ کسی نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس تو ان کے پاس جا کر اَمان طلب کر۔ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ کو آپ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ سے امان طلب کرنے آیا ہے، اگر میں اسے آپ کے حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اس کی معافی قبول فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو اس نے عرض کیا کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سنتے ہی ایک انصاری شخص

(١) ١۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ٣: ٦٧٠، ٦٧٩، رقم: ٥٤١٧
٢۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ١٩: ٢١٣، رقم: ٤١٦٧
٣۔ ابن جوزی، صفوة الصفوة، ١: ٥٤
٤۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ٢: ١٦٥، ١٦٦
٥۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ٨: ٢١٨
٦۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ١: ٤٦
٧۔ نبہانی، الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة: ٢٥

نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے حکم دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک وہ اپنی (گزشتہ) حالت سے تائب ہو کر اور چھٹکارا پا کر آیا ہے۔ پھر انہوں نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا:

بانت سعاد فقلبي اليوم متبول
متيم أثرها لم يفد مكبول

(معشوقہ کی جدائی میں میرا دل بیمار ہے، ذلیل و غلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دے کر چھوٹ نہ سکا۔)

اس قصیدہ میں انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

أنبئت أن رسول الله أوعدني
والعفو عند رسول الله مأمول

(مجھے خبر دی گئی کہ بے شک رسول اللہ نے میرے لیے وعید فرمائی ہے، حالاں کہ رسول اللہ سے عفو و درگزر کی امید کی جاتی ہے۔)

پھر انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

إن الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الله مسلول[1]

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۶۷۰۔۶۷۳، رقم: ۶۴۷۷
۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۹: ۱۵۷۔۱۵۹، رقم: ۴۰۳
۳۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۲۴۳
۴۔ ابن إسحاق، السيرة النبوية: ۵۹۱۔۵۹۴
۵۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۱۰۱۱۔۱۰۲۱
۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۳۹۳
۷۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳: ۵۸۲۔۵۸۸

(بے شک یہ رسول نور ہیں جن سے روشنی اَخذ کی جاتی ہے، اور اللہ کی شمشیروں میں سے برہنہ شمشیر ہیں۔)

ابن قانع بغدادی (م ۳۵۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ کعب نے یہ شعر پڑھا تو حضور ﷺ نے انہیں چادر عنایت فرمائی:

فکساه النبي ﷺ بردة له، فاشتراها معاوية من ولده بمال، فهي البردة التي تلبسها الخلفاء في الأعياد۔[1]

''حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں چادر مبارک عطا فرمائی جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے مال کے بدلہ خرید لیا، یہی وہ چادر تھی جسے خلفاء عیدوں کے موقع پر پہنتے تھے۔''

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نعت سن کر نعت خواں کو نذرانہ کے طور پر کچھ دینا حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

(۷) حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر دو سو (۲۰۰) اَشعار پر مشتمل طویل قصیدہ پڑھا۔ جب انہوں نے درج ذیل اَشعار پڑھے:

ولا خير في حلم إذا لم يكن له
بوادر تحمي صفوه أن يكدرا
ولا خير في جهل إذا لم يكن له
حليم إذا ما أورد الأمر أصدرا

(۱) ۱۔ ابن قانع، معجم الصحابة، ۲: ۴۶۶،۱۲، رقم: ۱۶۵۷

۲۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۴۶۳، رقم: ۸۱۳

(اس حلم میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ غصہ کی گرمی نہ ہو جو اس کے صاف ہونے کو گدلا ہونے سے بچائے، اور اس جہالت میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی حلم والا نہ ہو جو کوئی معاملہ (بد) پیش آنے پر (اس سے) روکے۔)

تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اُسے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

لا يفضض الله فاک.

''اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی تمہارے دانت سلامت رہیں)۔''

راوی بیان کرتے ہیں:

و کان من أحسن الناس ثغراً، و کان إذا سقطت له سن نبتت۔[1]

''ان کے دانت سب لوگوں سے اچھے تھے اور جب اُن کا کوئی دانت گرتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا۔''

اس حدیث شریف میں حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ نے کنایہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نعت بیان کی ہے۔ پہلے مصرعہ میں آپ ﷺ کے ''حلم اور جلالت'' کو ملانے کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ سراپا حلم ہیں اور وہ ڈھال بن کر پیکرِ حلم و وقار ﷺ کے وفادار رہیں گے، جب کہ دوسرے مصرع میں ''جہالت کو حلم والے کے ساتھ'' ملا کر اپنی تواضع اور

(۱) ۱۔ حارث، المسند، ۲: ۸۴۴، رقم: ۸۹۴
۲۔ هیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۱۲۶
۳۔ ابن حیان، طبقات المحدثین بأصبهان، ۱: ۲۷۴، رقم: ۱۱
۴۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۴: ۱۵۱۶، رقم: ۲۶۴۸
۵۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۲۶۲، ۲۶۳، رقم: ۸۱۲
۶۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۵: ۲۷۶۔۲۷۸
۷۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۶: ۳۹۴، رقم: ۸۶۴۵

اِنکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ ملایا ہے کہ آپ ﷺ ہی اسے ہر قسم کی آفات اور مصائب و آلام سے بچا سکتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے کنایتاً آپ ﷺ کی مدح سرائی کی ہے جس سے خوش ہو کر آپ ﷺ نے اسے دعا دی۔

(۸) اَنصار کی بچیوں کی دف پر نعت خوانی

حضور نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اِنصارِ مدینہ کی بچیوں نے آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر دف بجا کر ایک قصیدہ گایا جس کے درج ذیل اَشعار شہرتِ دوام پا گئے ہیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ[1]

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱
۲۔ ابن عبد البر، التمهيد لما فی الموطأ من المعانی والأسانيد، ۱۴: ۸۲
۳۔ أبو عبيد أندلسی، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۴: ۱۳۷۳
۴۔ محب طبری، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، ۱: ۴۸۰
۵۔ بيهقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۵۰۷
۶۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۲: ۵۸۳
۷۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۳: ۶۲۰
۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۶۱
۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۲۹
۱۰۔ قسطلانی، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۱: ۶۳۴
۱۱۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۴: ۱۰۰، ۱۰۱
۱۲۔ أحمد بن زينی دحلان، السيرة النبوية، ۱: ۳۲۳

(ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔)

(۹) امام بوصیریؒ کو نعتیہ قصیدہ لکھنے پر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے چادر اور شفایابی کا تحفہ عطا ہوا

صاحبِ ''قصیدہ بردہ'' امام شرف الدین بوصیری (۶۰۸۔۶۹۶ھ) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے زمانے کے متبحر عالمِ دین، شاعر اور شہرۂ آفاق ادیب تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کی بناء پر اُمراء و سلاطینِ وقت آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ ایک روز جا رہے تھے کہ سرِ راہ ایک نیک بندۂ خدا سے آپ کی ملاقات ہوگئی، انہوں نے آپ سے پوچھا: بوصیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا لیکن اس بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ہر وقت آپ ﷺ کے خیال میں مستغرق رہنے لگے۔ اِسی دوران میں آپ نے چند نعتیہ اَشعار بھی کہے۔

پھر اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہوگیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضہ میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیریؒ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دوجہاں ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لادوا کے لیے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا۔ رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہوگیا اور خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی

زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ امام بوصیری کے اس کلام سے آپ ﷺ اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور اپنا دستِ شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور وہ فوراً تندرست ہوگئے۔ اگلی صبح جب آپ اپنے گھر سے نکلے تو سب سے پہلے جس شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالرجاء تھے۔ انہوں نے امام بوصیریؒ کو روکا اور درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح میں لکھا ہے اُنہیں بھی سنائیں۔ امام بوصیریؒ نے پوچھا کہ کون سا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

أمن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری من مقلة بدم

(کیا تو نے ذی سلم کے پڑوسیوں کو یاد کرنے کی وجہ سے گوشۂ چشم سے بہنے والے آنسو کو خون سے ملا دیا ہے؟)

آپ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ اس کا تذکرہ تو میں نے ابھی تک کسی سے نہیں کیا، پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ یہ قصیدہ آقائے دوجہاں ﷺ کو سنا رہے تھے اور آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرما رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ مشہور ہوگیا اور اس قصیدہ کو وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زدِ خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔

قصیدہ بردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امام بوصیریؒ سے خوش ہوکر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفاء پھیرا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہوگئے۔ لہٰذا اس چادرِ مصطفیٰ ﷺ کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام

’’قصیدہ بردہ‘‘ مشہور ہوا۔[1]

حضور ﷺ کے ثناء خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست

بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم ﷺ کی نعت گوئی اور نعت خوانی کا شرف حاصل ہوا۔ اِمام التابعین محمد ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) عہدِ نبوی کے نعت گو شعراء میں سے چند کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کان شعراء النبی ﷺ: حسان بن ثابت، وکعب بن مالک، وعبد اللہ بن رواحۃ، فکان کعب بن مالک یخوّفھم الحرب، وکان حسان یقبل علی الأنساب، وکان عبد اللہ بن رواحۃ یعیّرھم بالکفر۔[2]

’’حضرت حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کا شمار حضور نبی اکرم ﷺ کے شعراء میں ہوتا تھا۔ پس حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ دشمنانِ رسول کو جنگ سے ڈراتے، اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اُن کے نسب پر طعن زنی کرتے، اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انہیں کفر کا (طعنہ دے کر) شرم دلاتے تھے۔‘‘

علامہ ابن جوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے بھی شاعر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند کا ذِکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وقد أنشدہ جماعۃ، منھم العباس وعبد اللہ بن رواحۃ، وحسّان، وضمار، وأسد بن زنیم، وعائشۃ، فی خَلْق کثیر قد ذکرتھم فی

---

(۱) خرپوتی، عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ: ۳۔۵

(۲) ابن أثیر، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ۴: ۴۶۱

کتاب الأشعار۔[1]

’’بہت سے لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو (نعتیہ) اَشعار سنائے، جن میں حضرت عباس، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت حسان، حضرت ضمار، حضرت اَسد بن زنیم، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بہت سے دیگر صحابہ شامل ہیں جو شاعری کے دیوان میں مذکور ہیں۔‘‘

ذیل میں ثناء خوانِ مصطفیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ (م۳۲ھ)[2]

۲۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (م۳ھ)[3]

۳۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب (م۱۰ نبوی)[4]

---

(۱) ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۴۶۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۳: ۳۶۹، ۳۷۰، رقم: ۵۴۱۷

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۲۱۳، رقم: ۴۱۶۷

۳۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۴۶۳

۴۔ ابن جوزی، صفوة الصفوة، ۱: ۵۴

۵۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۲: ۱۶۵، ۱۶۶

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۱۸

۷۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ۱: ۴۶

۸۔ نبہانی، الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة: ۲۵

(۳) ۱۔ ابن اسحاق، السیرة النبویة: ۲۱۲، ۲۱۳

۲۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ۵۰۳، ۵۰۴

(۴) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء إذا قحطوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۳

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ)[1]

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ)[2]

٦۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ)[3]

۷۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م ۴۰ھ)[4]

۸۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۸ھ)[5]

۹۔ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا (م ۱۱ھ)[6]

...... ۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فی الدعاء فی الاستسقاء، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۲۷۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۳

۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۳: ۳۵۲

۵۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۲۴٦۔۲۵۳

٦۔ بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ٦: ۱۴۲، ۱۴۳

۷۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۴: ۴۷۱، ۴۷۲

(۱) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ۱۰

(۲) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ۱۰

(۳) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ۱۰

(۴) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ۱۰

(۵) ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۴٦۳

(٦) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووفاته، ۴: ۱٦۱۹، رقم: ۴۱۹۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۱۰۳، رقم: ۱٦۳۰

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب فی البکاء علی الميت، ۴: ۱۲، رقم: ۱۸۴۴

۴۔ أحمد بن حنبل، ۳: ۱۹۷، رقم: ۱۳۰۵۴

۱۰۔ سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہما (م ۲۰ ھ)[1]

۱۱۔ شیما بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا[2]

۱۲۔ حضرت ابو سفیان بن الحارث (ابن عم النبی ﷺ)[3]

۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ (م ۸ ھ)[4]

......۵۔ دارمی، السنن: ۵۶، رقم: ۸۸

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۹۱، ۵۹۲، رقم: ۶۶۲۲

۷۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۵۳۷، رقم: ۱۴۰۸

۸۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۶۱، رقم: ۴۳۹۶

۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۴۱۶، رقم: ۱۰۲۹

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۱۱

۱۱۔ ذہبی، تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام (السیرة النبویة)، ۱: ۵۶۲

۱۲۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۴: ۲۵۴

(۱) حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی، مورد الصادی فی مولد الهادی

(۲) عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۷: ۱۶۵، ۱۶۶، رقم: ۱۱۳۷۸

(۳) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۴: ۱۶۷۳ - ۱۶۷۷، رقم: ۳۰۰۲

۲۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الأصحاب، ۶: ۱۴۲، ۱۴۳

(۴) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، ۱: ۳۸۷، رقم: ۱۱۰۴

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ہجاء المشرکین، ۵: ۲۲۷۸، رقم: ۵۷۹۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب ما جاء فی إنشاد الشعر، ۵: ۱۳۹، رقم: ۲۸۴۷

۴۔ نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب إنشاد الشعر فی الحرم، ۵: ۲۰۲، رقم: ۲۸۷۳

۱۴۔ حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ (م ۵۱ھ)[1]

۱۵۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)[2]

...... ۵۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۲۱۲، رقم: ۲۷۵۴

۶۔ بخاری، التاریخ الصغیر: ۲۳، رقم: ۷۱

۷۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۱

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۳۹

۹۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۴۶۳

۱۰۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۶۵

۱۱۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۳: ۱۵۱

(۱) ابن أبی عاصم، الآحاد والمثانی: ۲۶۳، رقم: ۱۱۷۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب الشعر فی المسجد، ۱: ۱۷۳، رقم: ۴۴۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۳: ۱۱۷۶، رقم: ۳۰۴۱

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب من أحب أن لا یسب نسبہ، ۳: ۱۲۹۹، رقم: ۳۳۳۸

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الأحزاب ومخرجہ إلی بنی قریظۃ، ۴: ۱۵۱۲، رقم: ۳۸۹۷

۵۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك، ۴: ۱۵۱۸، رقم: ۳۹۱۰

۶۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ھجاء المشرکین، ۵: ۲۲۷۹، رقم: ۵۸۰۰، ۵۸۰۱

۷۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۳، رقم: ۲۴۸۵، ۲۴۸۶

۸۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۶، رقم: ۲۴۹۰

۱۶۔ حضرت زہیر بن صُرد الجشمی رضی اللہ عنہ (۱)

۱۷۔ حضرت عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ (۲)

۱۸۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ (صاحبِ قصیدہ بانت سعاد) (۳)

۱۹۔ حضرت عبد اللہ بن الزِبَعْرٰی رضی اللہ عنہ (۴)

۹۔ مسلم، الصحيح، کتاب التوبة، باب فی حديث الإفك وقبول توبة القاذف، ۴: ۲۱۳۷، رقم: ۲۷۷۰

۱۰۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الأدب، باب فی إنشاد الشعر، ۵: ۱۳۸، رقم: ۲۸۴۶

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۲: ۹۷، ۹۸، رقم: ۷۲۳

۲۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الأصحاب، ۲: ۳۲۵، رقم: ۱۷۶۹

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۹۴۹، ۹۷۷

۲۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۲: ۳۶۲۔۳۶۴، رقم: ۱۳۸۷

۳۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۳: ۵۴۷۔۵۵۳

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرك علی الصحيحين، ۳: ۶۷۰۔۶۷۳، رقم: ۶۴۷۷

۲۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۱۹: ۱۵۷۔۱۵۹، رقم: ۴۰۳

۳۔ بيہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۴۳

۴۔ ابن إسحاق، السيرة النبوية: ۵۹۱۔۵۹۴

۵۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۱۰۱۱۔۱۰۲۰

۶۔ ہيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۳۹۳

۷۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۴۶۳، رقم: ۸۱۳

۸۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۳: ۵۸۲۔۵۸۸

(۴) ۱۔ ابن إسحاق، السيرة النبوية: ۵۳۶

۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۹۴۲، ۹۴۳

۳۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۳: ۲۳۹، ۲۴۰، رقم: ۲۹۴۶

۲۰۔ حضرت ابوعزہ الجُمَحی رضی اللہ عنہ[۱]

۲۱۔ حضرت قتیلہ بنت الحارث القرشیہ رضی اللہ عنہا[۲]

۲۲۔ حضرت مَالک بن نمط الہمدانی رضی اللہ عنہ[۳]

۲۳۔ حضرت انس بن زنیم رضی اللہ عنہ (اناس بن زنیم)[۴]

۲۴۔ حضرت اَسِید بن سلمہ السلمی رضی اللہ عنہ[۵]

۲۵۔ رئیسِ ہوازن حضرت مالک بن عوف النصری رضی اللہ عنہ[۶]

۲۶۔ حضرت قَیس بن بحر الاشجعی رضی اللہ عنہ[۷]

۲۷۔ حضرت عمرو بن سُبَیع الرہاوی رضی اللہ عنہ[۸]

۲۸۔ حضرت نابغہ الجعدی رضی اللہ عنہ (م ۷۰ھ)[۹]

---

(۱) ابن ہشام، السیرة النبویة: ۵۵۵

(۲) ابن ہشام، السیرة النبویة: ۶۳۵، ۶۳۶

(۳) ۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ۱۰۸۹

۲۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۵: ۴۶، ۴۷، رقم: ۴۶۵۱

(۴) ۱۔ ابن اسحاق، السیرة النبویة: ۵۳۹، ۵۴۰

۲۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ۹۴۷

۳۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۴۶۳

(۵) ۱۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۱: ۲۵۳، ۲۵۴، رقم: ۱۹۱

۲۔ عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ۱: ۸۵، ۸۶، رقم: ۲۱۱

(۶) ابن ہشام، السیرة النبویة: ۱۰۰۲، ۱۰۰۳

(۷) ۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ۷۶۰، ۷۶۱

۲۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۴: ۳۹۴، رقم: ۴۳۲۷

(۸) ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۴: ۲۱۴، ۲۱۵، رقم: ۳۹۳۲

(۹) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۴: ۱۵۱۶، رقم: ۲۶۴۸

۲۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۴۶۲، ۴۶۳، رقم: ۸۱۲

۳۔ ابن أثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۵: ۲۷۶۔۲۷۸، رقم: ۵۱۶۲

۲۹۔ حضرت مازن بن الغضوبہ الطائی رضی اللہ عنہ[۱]

۳۰۔ حضرت الأعشی المازِنی رضی اللہ عنہ[۲]

۳۱۔ حضرت فَضالہ اللّیثی رضی اللہ عنہ[۳]

۳۲۔ حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ[۴]

۳۳۔ حضرت اَسید بن ابی اُناس الکنانی[۵]

۳۴۔ حضرت عمرو بن مُرّہ الجہنی رضی اللہ عنہ[۶]

۳۵۔ حضرت قیس بن بحر الاشجعی رضی اللہ عنہ[۷]

---

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۳: ۱۳۴۴، رقم: ۲۲۴۵
۲۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۵: ۴، رقم: ۴۵۵۳
۳۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۵: ۲۱، ۲۲، رقم: ۷۵۸۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبری، ۷: ۵۳
۲۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۱: ۲۲۹، رقم: ۱۵۹
۳۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۱: ۲۵۶، ۲۵۷، رقم: ۱۹۶

(۳) ۱۔ فاکہی، أخبار مكة فی قديم الدهر وحديثه، ۲: ۲۲۲، ۲۲۳
۲۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۴: ۳۴۷، رقم: ۴۲۳۳
۳۔ عسقلانی، الاصابة فی تمييز الصحابة، ۴: ۳۴۶، رقم: ۶۹۹۹

(۴) ۱۔ بيہقی، السنن الكبری، ۹: ۲۳۳
۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۹۲۳
۳۔ ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۴: ۲۱۲، ۲۱۳، رقم: ۳۹۲۹

(۵) ابن أثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۱: ۲۳۶، رقم: ۱۶۱

(۶) ابن كثير، البداية والنهاية، ۲: ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۲۷

(۷) ابن ہشام، السيرة النبوية: ۱۶۷

۳۶۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ [1]

۳۷۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ [2]

۳۸۔ حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ [3]

۳۹۔ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ [4]

۴۰۔ حضرت اَسود بن سریع رضی اللہ عنہ [5]

۴۱۔ حضرت عامر بن اَکوع رضی اللہ عنہ [6]

---

(۱) ۱۔ ابن اسحاق، السيرة النبوية: ۲۵۴
۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۲۹۳

(۲) حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۱: ۱۰۴

(۳) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۴۰۷، ۴۰۸
۲۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۵۲۲

(۴) ۱۔ سہیلی، الروض الأنف فی تفسير السيرة النبوية لابن ہشام، ۲: ۳۲۲
۲۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۵۷۰

(۵) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۴، رقم: ۱۶۳۰۰
۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۱۸۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۱: ۲۸۷، رقم: ۸۴۲
۴۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۴: ۸۹، رقم: ۴۳۶۵

(۶) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، ۴: ۱۵۳۷، رقم: ۳۹۶۰
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب ما يجوز من الشّعر، ۵: ۲۲۷۷، رقم: ۵۷۹۶
۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجهاد، باب غزوة خيبر، ۳: ۱۴۲۸، رقم: ۱۸۰۲
۴۔ أبو عوانہ، المسند، ۴: ۳۱۴، رقم: ۶۸۳۰
۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۲۷
۶۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۷: ۳۲، رقم: ۶۲۹۴

۴۲۔ حضرت اُمِ معبد عاتکہ بن خالد الخزاعی رضی اللہ عنہا[۱]

۴۳۔ دخترانِ مدینہ[۲]

۴۴۔ حبشی وفد[۳]

۴۵۔ حضرت عمرو جنّی (جنّ صحابی)[۴]

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۳۰، ۲۳۱

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد لما فی الموطأ من المعانی والأسانيد، ۱۴: ۸۲

۳۔ أبو عبيد أندلسی، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۴: ۱۳۷۳

۴۔ محب طبری، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، ۱: ۴۸۰

۵۔ بيهقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲:۵۰۷

۶۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۲: ۵۸۳

۷۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۳: ۶۲۰

۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۶۱

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۲۹

۱۰۔ قسطلانی، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۱: ۶۳۴

۱۱۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۴: ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲۔ أحمد بن زينی دحلان، السيرة النبوية، ۱: ۳۲۳

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۲

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۱۷۹، رقم: ۵۸۷۰

۳۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۵: ۶۰، رقم: ۱۶۸۱

۴۔ هيثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ۴۹۳، رقم: ۲۰۱۲

(۴) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية: ۴۱۹

۲۔ سهيلی، الروض الأنف فی تفسير السيرة النبوية لابن هشام، ۲: ۳۲۴

یہ تمام ہستیاں حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی نہ صرف شعر گوئی کی صورت میں کرتی تھیں بلکہ مجلس کی صورت میں نعت خوانی بھی کرتی تھیں۔ آج دنیا میں جہاں بھی محافلِ نعت منعقد ہوتی ہیں وہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر نعت خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلام بھی بہ طورِ تبرک پڑھا جاتا ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ ممدوحِ خالقِ کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح خوانی کرنا، آپ ﷺ کی نعت پڑھنا، سننا اور محافلِ نعت منعقد کرنا قرآن و سنت کے عین مطابق جائز اور مطلوب اَمر ہے۔ شعراء صحابہ کی کثیر تعداد سے واضح ہے کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ان کے معمولات میں شامل تھی۔ اسی طرح ہم جب محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں تو اِنہی جلیل القدر صحابہ و اَکابرینِ اُمت کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ یہ عمل قرونِ اُولیٰ سے لے کر آج تک جاری ہے جو ایک سچے اور کامل مومن کی نشانی ہے۔

باب چہارُم

صلوٰۃ وسلام

محافلِ میلاد النبی ﷺ کا ایک اہم جزو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا ہے۔ صلوٰۃ وسلام ایک منفرد عمل ہے جو مقبولِ بارگاہِ اِلٰہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے قرب و رضا کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ فوری اَثرات و نتائج کے حامل اَعمال میں اِسے خاص اَہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ عمل اللہ رب العزت اور ملائکہ کی سنت ہے۔ وہ ہمہ وقت محبوبِ رب العالمین ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جملہ اہلِ ایمان کو بھی صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکمِ خداوندی ہے۔ اِس حکم کے تحت محبوبِ کائنات ﷺ پر ہمہ وقت درود و سلام بھیجنا اہلِ ایمان کا وظیفۂ حیات ہے۔ جب آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا دن آتا ہے تو اہلِ محبت کے درود و سلام پر مشتمل اِس عملِ خیر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر طرف صَلِّ علٰی کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○[۱]

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ○‘‘

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

صلوٰۃ وسلام کا قرآنی حکم مطلق ہے، عملِ درود وسلام ایک ایسی عبادت ہے جس میں وقت، جگہ یا کیفیت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ کسی بھی حالت میں، بیٹھ کر، لیٹ کر یا کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ اِسے محفلِ میلاد سے باہر پڑھ سکتے ہیں اُسی طرح محفلِ میلاد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ حالتِ قیام میں سلام پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے کیوں کہ یہ کمالِ اَدب و اِحترام پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیت کے لفظ تسلیمًا کے ذریعے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنے کے آداب ہی سکھائے جا رہے ہیں۔ صلوٰۃ بھیجنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ انسانی ماحول، ضرورت اور زمانے کے تغیرات سے اَحکام میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے مگر سنتِ اِلٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو اَبدی، دائمی اور آفاقی قانون کا درجہ حاصل رہتا ہے جو ہر دور میں بعینہٖ ایک ہی شکل میں قائم و برقرار رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا ○(۲)

''سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ○''

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کا بڑی تاکید سے حکم فرمایا ہے:

لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔(۳)

''تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو ○''

صحابہ کرام ﷺ کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا،

(۲) فاطر، ۳۵: ۴۳

(۳) الفتح، ۴۸: ۹

اِرشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (۱)

’’اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (مکرّم ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اَعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اَعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۝‘‘

پس جس طرح تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ کا حکم ہے اسی طرح آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہوئے ادب و احترام ضروری اَمر ہے۔

۲۔ سلام کی اَہمیت

قرآن حکیم کی رُو سے سلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے ان واقعات اور مواقع کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء اور صلحاء پر سلام بھیجا۔ ایسی آیات کریمہ سے سلام کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے:

۱۔ میلادِ یحییٰ علیہ السلام پر سلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۝ (۲)

’’اور یحییٰ پر سلام ہو اُن کے میلاد کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس

(۱) الحجرات، ۴۹: ۲

(۲) مریم، ۱۹: ۱۵

دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گےo‘‘

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّاo(۱)

’’اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گاo‘‘

ان آیاتِ کریمہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے اَیامِ ولادت و بعثت اور وفات پر سلام کے تناظر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ ولادت کے موقع پر سلام پڑھنے کی اَہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ تمام انبیاء اور رُسل علیھم السلام پر من حیث المجموع سلام بھیجتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَo(۲)

’’اور سلام ہو پیغمبروں پرo‘‘

۴۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حمد اور اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔(۳)

’’فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے منتخب (برگزیدہ) بندوں پر سلامتی ہو۔‘‘

---

(۱) مریم، ۱۹: ۳۳

(۲) الصافات، ۳۷: ۱۸۱

(۳) النحل، ۲۷: ۵۹

قرآن حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ طریقہ اور سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے پاس بہرِ ملاقات آنے والے ہر فرد کو سلام کہتے۔ ذیل میں چند آیات بطور نمونہ دی جاتی ہیں:

۵۔ **وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ۔**(۱)

''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو۔''

۶۔ **وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ۔**(۲)

''اور بے شک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے سلام کیا (ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً) سلام کیا۔''

۷۔ **اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ ○**(۳)

''جب وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے (آپ کو) سلام کہا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں ○''

۸۔ ایمان والوں کو گھر میں داخل ہونے پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○(۴)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو

(۱) الأنعام، ۶: ۵۴

(۲) ہود، ۱۱: ۶۹

(۳) الحجر، ۱۵: ۵۲

(۴) النور، ۲۴: ۲۷

یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور وفکر کرو o‘‘

۹۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً۔ (۱)

’’پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔‘‘

۱۰۔ لیلۃ القدر میں جب جبرائیل امین علیہ السلام لاکھوں فرشتوں کے جلو میں سطحِ زمین پر نزول کرتے ہیں تو طلوعِ فجر تک ان کا سلسلۂ سلام جاری رہتا ہے۔ سورۃ القدر میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ o سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ o (۲)

’’اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں o یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے o‘‘

اس رات سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک ہر طرف سے سلام کی صدائیں آتی رہتی ہیں۔

۱۱۔ جب اہلِ ایمان کی میدانِ حشر میں آمد ہوگی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کی آپس میں ملاقات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

(۱) النور، ۲۴: ۶۱
(۲) القدر، ۹۷: ۴، ۵

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ○[1]

”(تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا○“

۱۲۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ۔[2]

”جس دن وہ اس سے ملیں گے ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا۔“

جب اللہ سے ملاقات اور دیدارِ الٰہی کے لیے انہیں بلایا جائے گا تو اس دن سلام کا خاص تحفہ ان کی نذر کیا جائے گا، یہ سلام لمحاتِ وصل کا خصوصی تحفہ اور اَرمغانِ خاص ہوگا۔

۱۳۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کو بہت اہمیت دی ہے۔ قیامت کے دن جب وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو وہاں پر ان کا استقبال اللہ رب العزت کی طرف سے کلماتِ سلام سے کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔[3]

”اور وہ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔“

۱۴۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ○ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ○[4]

”(جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اَجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور

(۱) یٰس، ۳۶: ۵۸

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۴۴

(۳) الأعراف، ۷: ۴۶

(۴) الرعد، ۱۳: ۲۳، ۲۴

فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے)o تم پر سلامتی ہوتمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہےo‘‘

۱۵۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo[1]

’’جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و اِطاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش وخرم ہوں (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں:) تم پر سلامی ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اُن (اَعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھےo‘‘

۱۶۔ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِo[2]

’’تو (اس سے کہا جائے گا:) تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے (یا اے نبی! آپ پر اَصحابِ یمین کی جانب سے سلام ہے)o‘‘

اس مضمون سے جس چیز کی وضاحت مقصود ہے اور جس نکتے پر زور دینا مطلوب ہے وہ سلام کی اَہمیت و خصوصیت سے متعلق ہے۔ سلام کو عام کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ، جبرائیل علیہ السلام اور تمام ملائکہ کی سنت ہے۔ شبِ قدر میں آسمانوں کی بلندیوں سے فرشتوں کا روئے زمین پر نزولِ اِجلال ساکنانِ عالمِ بالا کا معمول ہے۔ مومنین اور مقبولانِ الٰہی کا جنت میں داخلہ سلام سے ہوگا اور لقائے الٰہی کے وقت صالح اور نیکوکار بندوں کا اِستقبال بھی سلام کے تحفے سے کیا جائے گا۔ اَنبیاء کرام علیہم السلام کا معمول رہا ہے کہ اپنی ولادت کے دن کے حوالے سے ان کی زبانوں پر قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ کے کلمات تھے۔ یہ اِرشادِ خداوندی سلام کی خصوصی اَہمیت و

(۱) النحل، ۱۶: ۳۲
(۲) الواقعة، ۵۶: ۹۱

معنویت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ سلام کی مستقل حیثیت

قرآن حکیم کے درجِ ذیل اِرشاد پرعمل کے اعتبار سے بعض ذہنوں میں مغالطہ پایا جاتا ہے:

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝(۱)

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔‘‘

اللہ رب العزت کا یہ فرمان اہل ایمان کے نام پیغام ہے۔ اللہ رب العزت نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق اور امتیاز کیا ہے، بعض لوگ سلام کے تصور یا سلام کے جداگانہ تشخص پر اعتراض کرتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سلام پہلے ہی صلوٰۃ (درودِ ابراہیمی) میں شامل کردیا گیا ہے، جیسا کہ مذکور ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ان کے نزدیک سلام، صلوٰۃ ہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کی علیحدہ سے کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نقطۂ نظر درست نہیں کیوں کہ سلام، صلوٰۃ کا حصہ ہونے کے باوجود ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے:

---

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

۱۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ (تم ان پر درود بھیجا کرو)۔

۲۔ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو)۔

یہاں باری تعالیٰ نے صلوٰۃ وسلام دونوں کا الگ الگ بیان فرمایا ہے لہٰذا جس طرح دو الگ الگ حکم ہیں ان کی تعمیل کے تقاضے بھی الگ الگ ہیں، اور آپ ﷺ کی بارگاہِ میں صلوٰۃ وسلام دونوں کے نذرانے پیش کیے جائیں گے۔

درج ذیل پہلوؤں سے سلام کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے:

(۱) حمد کی قبولیت بہ واسطۂ سلام

سلام کی اہمیت اِس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی قبولیت کا انحصار سلام پر ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○[1]

’’آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے اُن (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ اور (تمام) رسولوں پر سلام ہو ○ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے ○‘‘

اِن آیات میں اللہ رب العزت اپنی تعریف وتحمید میں مشغول بندوں سے فرما رہا ہے کہ میری ذات تمہاری تعریفوں کی حد اور گنجائش سے کہیں بلند و برتر ہے۔ تم میری تعریف اور مدح وستائش کا حق ادا ہی نہیں کرسکتے۔ میری عظمت اور بزرگی کا ادراک تمہارے بس کی بات نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری تعریفیں مجھ تک رسائی پاسکیں اور تمہاری حمدیں میری بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازی جائیں تو اس کے لیے تمہیں میرے

(۱) الصافات، ۳۷: ۱۸۰۔۱۸۲

پیغمبروں پر سلام بھیجنا ہوگا۔ سلام ہی ذریعۂ مدح وستائش ہے۔ جب تک انبیاء و رسل کے واسطۂ سلام کو درمیان میں نہ لایا جائے گا تب تک تمہاری تعریفوں اور حمدوں کی رسائی مجھ تک نہ ہوسکے گی۔ سو مجھ تک رسائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ''**سلام علی المرسلین**'' یعنی انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجنے سے مشروط ہے۔ تمہارا پیغمبروں پر سلام بھیجنا رافعِ حمد بن جائے گا اس لیے کہ ان پر بھیجا ہوا سلام ہمیشہ قابلِ قبول ہوتا ہے۔ صلوۃ اور سلام کی معیت میں آئی ہوئی حمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔

(۲) تشہد میں سلام

نماز میں تشہد کا آغاز کلماتِ حمد سے کیا جاتا ہے۔ اِس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ بعد ازاں شہادت ہے جس میں توحید اور رِسالت کی گواہی دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ پر درود اور آخر میں دعا ہے۔ اِس طرح حالتِ تشہد میں دعا کے ساتھ نماز کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو پورے تشہد میں کل چار چیزیں ہوتی ہیں:

۱۔ **حمد:** تشہد کا حصۂ اَوّل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے وقف ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

۲۔ **سلام:** دوسرا حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس پر سلام کے لیے مختص ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ

اِس طرح ایک حصہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے خاص ہے۔

۳۔ **شہادت:** تیسرا حصہ شہادت ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے مشترک ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

اِس میں نصف حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور نصف حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔

۴۔ **صلوٰۃ:** چوتھا حصہ صلوٰۃ ہے جو خالصتاً رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

چنانچہ تشہد کے اَجزائے ترکیبی کا تناسب جو اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے یہ ہے کہ عبادت کا اڑھائی حصہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے لیے خاص ہے جبکہ ڈیڑھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لیے خاص ہے۔ اِس کے ساتھ جب دعا کو ملایا جائے تو ہماری نماز اور دعا قبول ہوتی ہے۔ تکمیلِ صلوٰۃ کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کے لیے بھی سلام ہی کفایت کرتا ہے، اِس لیے کہ نماز کو عملِ سلام پر ہی ختم کیا جائے گا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ

اور یہ سلام حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کی اُمت کے اَولیاء و صالحین، مومنین اور تمام اَفرادِ اُمت کے لیے ہے۔ گویا ہر طرف سلام ہی سلام ہے۔

اس بحث سے سلام کی اہمیت اور اس کے بارے میں تاکید کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم سلام سے کیسے گریز کر سکتے ہیں؟

(۳) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکمِ نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اَز راہِ ہدایت تلقین فرمائی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں صلوٰۃ کے بعد آپ ﷺ پر سلام بھیجتے رہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وصلّوا عليّ وسلّموا حيثما كنتم، فَسَيَبْلُغُنِي سلامكم وصلاتكم۔[1]

''اورتم جہاں بھی ہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو، تمہارے درود وسلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔''

اِس حدیث شریف میں دو باتوں کی تلقین کی گئی ہے: ایک صلوٰۃ اور دوسرا سلام۔ لہٰذا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح اِرشاد ہے کہ ''مجھ پر درود پڑھو اور سلام بھیجو'' تو پھر ہم اِنہیں کیسے ایک تصور کر سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنے نام لیواؤں کو یہی تلقین فرمائی کہ مجھ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو۔

۴۔ درود وسلام کی بارگاہِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسائی

اُمتی کا یہ نذرانہ بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مختلف طریقوں سے پہنچتا ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن اَحادیث مبارکہ کو متعلقہ عنوانات

---

(۱) ۱۔ ابن اسحاق أزدی، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۳۵، رقم: ۲۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۷، رقم: ۸۷۹۰
۳۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲
۴۔ ابن کثیر کی 'تفسیر القرآن العظیم (۳: ۵۱۵)' میں بیان کردہ روایت میں فَسَيَبْلُغُنِي کی بجائے فَتَبْلُغُنِي کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔
۵۔ عسقلانی نے بھی ''لسان المیزان (۲: ۱۰۶)'' میں فَتَبْلُغُنِي کا لفظ ذکر کیا ہے۔
۶۔ ہندی نے 'کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال (۱: ۴۹۸، رقم: ۲۱۹۹)'' میں لکھا ہے کہ اِسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

کے تحت بیان کر رہے ہیں:

(۱) درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں براہِ راست پہنچنا

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام بلاواسطہ خود بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچتا ہے۔ اس کے لیے احادیث میں تَبلُغنِی، فَتَبلُغُنِی، یَبلُغُنِی، فَسَیَبلُغُنِی وغیرہ جیسے اَلفاظ وارد ہوئے ہیں، جو لغوی اعتبار سے معروف کے صیغے ہیں مجہول کے نہیں، اور اِن صیغوں کا فاعل خود صلاتکم اور سلامکم ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلّوا عليّ، فإنّ صلاتكم تَبلُغُنِي حيث كنتم۔[۱]

’’مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمہاری طرف سے بھیجے گئے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو۔‘‘

---

(۱) ۱۔ أبوداؤد، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۶، رقم: ۲۰۴۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۸۲، ۸۳، رقم: ۸۰۳۰

۵۔ بيہقي، شعب الإيمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۲

۶۔ مقريزي، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۵۹، ۷۱

۷۔ ابن قيم، جلاء الأفهام في الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ: ۴۲، رقم: ۶۱

۸۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵۱۴

۹۔ عسقلاني، فتح الباري، ۶: ۴۸۸

۲۔ حضرت علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فإن تسليمكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم۔(۱)

’’پس تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔‘‘

۳۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

صلّوا عليّ وسلّموا، فإن صلاتكم وسلامكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم۔(۲)

’’مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود وسلام (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

۴۔ سیدنا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حيثما كنتم فصلّوا عليّ، فإن صلاتكم تَبْلُغُنِي۔(۳)

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۳۶۱، رقم: ۴۶۹
۲۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۲: ۴۹، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۴: ۳
۴۔ عسقلانی، لسان الميزان، ۲: ۱۰۶

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۳۱، رقم: ۶۷۶۱
۲۔ ابن قيم، جلاء الأفهام فی الصّلاة والسّلام علی خير الأنام ﷺ: ۴۲، رقم: ۶۰

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۳: ۸۲، رقم: ۲۷۲۹
۲۔ أحمد بن حنبل نے ”المسند (۲: ۳۶۷)“ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔''

۵۔ سیدنا حسن بن حسین رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وصلّوا عليّ، فإن صلاتكم تبلُغني حيثما كنتم۔[1]

''اور مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔''

(۲) درود وسلام براہِ راست حضور ﷺ سماعت کرتے ہیں

درود شریف وہ مقبول ترین اور پاکیزہ عمل ہے جس میں ربِ کائنات بھی اپنے

......۳۔ طبرانی نے ''المعجم الأوسط (۱: ۲۳۸، رقم: ۳۶۷)'' میں راوی کا نام حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم لکھا ہے۔
۴۔ عبد الرزاق نے ''المصنف (۳: ۵۷۷، رقم: ۶۷۲۶)'' میں اسے ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔
۵۔ دولابی، الذرية الطاهرة: ۷۳، رقم: ۱۹۹
۶۔ منذری نے ''الترغيب والترهيب من الحديث الشريف (۲: ۳۶۲)'' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲
۸۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصّلاة والسّلام علی خير الأنام ﷺ: ۴۲، رقم: ۶۱

(۱) ۱۔ ابن إسحاق أزدی، فضل الصّلاة علی النبی ﷺ: ۴۵، رقم: ۳۰
۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۳
۳۔ عبد الرزاق نے 'المصنف (۳: ۱۷، رقم: ۴۸۳۹)' میں یہ روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ملائکہ اور بندوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں کا درود و سلام سُنتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أكثروا الصّلاة عليّ يوم الجمعة، فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة، ليس من عبد يصلي عليّ إلا بلغني صوته حيث كان۔

’’جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یومِ مشہود ہے (کیوں کہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! کیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

وبعد وفاتي، إن الله عزّ وجلّ حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء۔ (۱)

’’(ہاں) میری وفات کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَنبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن قیم نے ’’جلاء الأفهام في الصّلاة والسّلام على خير الأنام ﷺ (ص: ۶۳، رقم: ۱۰۸)‘‘ میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔
۲۔ هيتمي، الدرّ المنضود في الصّلاة والسّلام على صاحب المقام المحمود ﷺ: ۱۵۵، ۱۵۶
۳۔ سخاوی نے ’’القول البديع في الصّلاة على الحبيب الشفيع (ص: ۱۵۸، ۱۵۹)‘‘ میں کہا ہے کہ اِسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔
۴۔ نبهاني، حجّة الله على العالمين في معجزات سيّد المرسلين ﷺ: ۷۱۳

اِس حدیث مبارکہ میں بَلَغَنِی صَوتُهُ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی فرشتہ صلوٰۃ وسلام حضور ﷺ کی بارگاہ تک نہیں پہنچاتا بلکہ آپ ﷺ خود بلاواسطہ درود وسلام پڑھنے والے کی آواز سماعت فرماتے ہیں۔ اس میں دور ونزدیک کی قید ہے نہ کسی کا پہنچانا شرط ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا سننا ثابت ہے۔ اَعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام[1]

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أسمع صلاة أهلِ محبتي وأعرفهم۔[2]

’’میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں اور اُنہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔‘‘

اِس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہلِ محبت کا درود نہ صرف خود سُنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

---

(۱) احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، ۲: ۲۰۶

(۲) ۱۔ جزولی، دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصّلاۃ علی النّبی المختار ﷺ: ۱۸

۲۔ فاسی، مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار ﷺ: ۸۱

(۳) حضور ﷺ سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف اُمت کی طرف سے بھیجا جانے والا درود وسلام سُنتے ہیں بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد يسلّم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي، حتى أردّ عليه السّلام۔(۱)

''جب کوئی مجھ پرسلام بھیجتا ہے تو اﷲ تعالیٰ میری روح واپس لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم سلّم عليّ في شرق ولا غرب، إلا أنا وملائكة ربّي نردّ عليه السّلام۔(۲)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۲۷

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۸۴، رقم: ۳۱۱۶

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۵: ۲۴۵

۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۱۷، رقم: ۱۵۸۱

۶۔ منذری، الترغيب و الترهيب من الحديث الشريف، ۲: ۳۶۲، رقم: ۲۵۷۳

۷۔ هيثمي، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۶: ۳۴۹

۲۔ مقريزي، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۵۹

—

’’مشرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اُس کے (بھیجے ہوئے) سلام کا جواب دیتے ہیں۔‘‘

(۴) ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ہے کہ خود بھی اپنے غلاموں کا درود و سلام سنتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ادباً حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آپ ﷺ کی اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علیّ فی یوم الجمعة و لیلة الجمعة مائة مرة، قضی اللہ له مائة حاجة: سبعین من حوائج الآخرة وثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یوکّل اللہ بذالک ملکًا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا، یخبرنی من صلی علیّ باسمه و نسبه إلی عشیرته، فأثبته عندی فی صحیفة بیضاء۔(۱)

’’جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک

.......۳۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خیر الأنام ﷺ: ۱۹، رقم: ۲۰

۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۶

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۵

۲۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر ﷺ: ۷۷

۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۵: ۲۱۹

۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۷: ۳۷۲

۵۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۶

فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو (اُس کی طرف سے) میری قبر میں اِس طرح درود پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن لله ملائكة سيّاحين في الأرض، يبلّغوني من أمتي السلام۔(۱)

’’اللہ ﷻ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں، اور میری اُمت کی طرف سے جو سلام بھیجا جاتا ہے مجھے پہنچاتے ہیں۔‘‘

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أكثروا عليّ من الصلاة في كل يوم جمعة، فإنّ صلاة أمّتي تُعرَض

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب السهو، باب السلام على النبي، ۳: ۴۳، رقم: ۱۲۸۲

۲۔ نسائی، عمل الیوم و اللیلۃ: ۱۶۷، رقم: ۶۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۵۲

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۰۹، رقم: ۲۷۷۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۱۹۵، رقم: ۹۱۴

۶۔ بزار، البحر الزخار (المسند)، ۵: ۳۰۷، ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۴، ۱۹۲۵

۷۔ أبویعلی، المسند، ۹:۱۳۷، رقم: ۵۲۱۳

۸۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲:۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶

ابن حبان کی بیان کردہ روایت کی اسناد امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور اس کے رِجال ثقہ ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

علیّ فی کلِّ یوم جمعة، فمن کان أکثرھم علیّ صلاة کان أقربھم منّی منزلة۔[1]

’’ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو، بے شک میری اُمت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ کے اِعتبار سے سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگا۔‘‘

اِن اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں۔ فرشتہ صرف اَز رُوئے اَدب آپ ﷺ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود وسلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ تک تمام اُمتیوں کے درود وسلام کی نہ صرف آواز پہنچتی ہے بلکہ آپ ﷺ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اتنے واضح اَحکامات اور کثیر فضائل کے باوُجود بھی اگر کوئی صلاۃ وسلام پر اِعتراض کرے اور اِس کے لیے منعقدہ محافلِ میلاد پر طعن و تشنیع کرے تو اسے صرف بدبختی پر محمول کیا جائے گا۔ انہیں چاہیے کہ قرآن و

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۲
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۳: ۲۴۹، رقم: ۵۷۹۱
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۸۱، رقم: ۲۵۰
۴۔ منذری، الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، ۲: ۳۲۸، رقم: ۲۵۸۳
۵۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: ۱۳۶
۶۔ مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، ۱۱: ۶۶
۷۔ ابن قیم، جلاء الأفھام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام ﷺ: ۴۰، رقم: ۵۶
۸۔ عظیم آبادی، عون المعبود علی سنن أبی داؤد، ۴: ۲۷۲

سنت کے دلائل کے روشنی میں حقائق کی معرفت حاصل کریں۔

ہم نے اِس باب میں درود وسلام کی فضیلت و اَہمیت بارے صرف چند احادیث بیان کی ہیں، ورنہ اِس موضوع پر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، ائمہ نے اِس موضوع پر الگ کتب تالیف کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب **البدر التمام فی الصلوٰۃ علیٰ صاحبِ الدُّنُوّ والمقام** ﷺ کا مطالعہ کریں۔

باب پنجم

قیام

محفلِ میلاد النبی ﷺ میں بہ حالتِ قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر سلام عرض کرنا محبانِ مصطفیٰ ﷺ کا خاصہ ہے اور یہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اہلِ اسلام پر واجب تھی اور صحابہ کرام نہایت محتاط رہتے کہ آپ ﷺ کے ادب و احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے، اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اُمت پر واجب ہے۔ محفلِ میلاد یا محفلِ نعت کے دوران میں آپ ﷺ پر سلام پڑھتے وقت اِحتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں تعظیمِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر قیام کیا جائے اس پر یقیناً اَنوار و برکاتِ اِلٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے ادب و اِحترام میں قیام کرنے کو بھی باعثِ نزاع اَمر بنا دیا ہے اور اُن کے نزدیک یہ غیر شرعی اَمر ہے۔ ذیل میں ہم اِس حوالہ سے چند ضروری اُمور زیرِ بحث لائیں گے:

۱۔ کیا قیام صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خاص ہے؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قیام ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ان کے نزدیک قیام عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا کسی اور کے لیے قیام شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی محفل میں قیام ناجائز ہے۔ یہ اِعتراض لغو اور بیہودہ ہے۔ اس لیے کہ اگر قیام عبادت کا حصہ ہے اور صرف خدا کے لیے ہے تو پھر قعود (بیٹھنا) اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بھی تو قرآن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ

ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔[1]

’’یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں عبادت اور ذکرِ الٰہی کرنے کی تین حالتیں بیان ہوئی ہیں: اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا۔ اگر قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو پھر بیٹھنا اور لیٹنا کس کے لیے ہے؟ آیت کی رُو سے بیٹھنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوگیا اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوگیا، اگر قیام کو شرک مان لیا جائے تو قعود اور لیٹنے کی حالتیں بھی شرک قرار پائیں گی کیوں کہ یہ بھی ذکرِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی کا جزو ہیں، پھر باقی کیا بچا؟ اس طرح تو سارا نظامِ حیات درہم برہم ہوکر رہ جائے گا اور انسان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا سب شرک ہو جائے گا۔ لہٰذا اِن حرکات وسکنات کو صرف عبادت اور ذکرِ الٰہی کے لیے خاص کردینا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

عبادت اور تعظیم کے درمیان فرق کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

(۱) عبادت کی مختلف حالتیں فی نفسہٖ عبادت نہیں

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حالتیں فی نفسہٖ عبادت ہیں نہ ان کا شرک سے کوئی تعلق ہے کیوں کہ عبادت میں اصل چیز نیت ہے اور نیت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

إنما الأعمال بالنيات۔[2]

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول الله ﷺ، ۱: ۳، رقم: ۱

’’اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔‘‘

کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں، لہٰذا دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا بھی عبادت سے کوئی تعلق نہیں جب تک کہ اس میں نیت کو شامل نہ کر لیا جائے۔ اَز رُوئے فقہ و شرع قیام کے فرائض و واجبات میں یہ شامل نہیں کہ قیام محض کھڑے ہونے کی حالت کو کہتے ہے۔ یہ ایک جداگانہ عمل ہے جس کا ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی طریقوں میں وہ جس طرح بھی قیام کریں سب حالتیں فقہ کی رُو سے جائز ہیں۔ ایک کے نزدیک ہاتھ باندھنا اللہ کے لیے عبادت ہے اور دوسرے کے نزدیک ہاتھ کھلے چھوڑے رکھنا، بشرطیکہ اس میں نیت کا عنصر شامل ہو۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا قیام عملِ عبادت ہے اور تمہارا ’’قیام برائے تعظیم‘‘ شرک ہے، کیوں کہ تعظیم میں عبادت کی نیت ہی شامل نہیں تو وہ شرک کیوں کر ہوگا۔ کون سی حالت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کون سی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، اس کے تعین کا دار و مدار نیت پر ہے، اگر قیام عبادت کی نیت سے کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک ہوگا، اگر تعظیم کے لیے ہو تو پھر شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت اور تعظیم میں یہ فرق بہر حال ملحوظ رکھنا لازمی ہے کہ یہ حالت عبادت کے لیے ہے اور یہ تعظیم کے لیے۔ اِس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ عبادت کا تعلق نیت سے ہے قیام سے نہیں، قیام مطلق کھڑے ہونا ہے، اس کا ہاتھوں کے ساتھ تعلق نہیں، کھولے جائیں یا باندھے جائیں برابر ہے۔

(۲) قیام عبادت ہے تو نماز کی باقی حالتیں کیا ہیں؟

اگر ہم اَرکانِ نماز پر غور کریں تو نماز کی حالتوں میں قیام کے بعد رکوع و سجود، قومہ اور قعدہ اس کا حصہ ہیں۔ قیام نماز کا حصہ ہے تو قعود بھی نماز کا حصہ ہے، قیام عبادت ہے تو قعود (بیٹھنا) بھی عبادت ہے، قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو قعود بھی اُسی کے لیے

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب قوله إنما الأعمال بالنیة وأنه یدخل فیه الغزو وغیره من الأعمال، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

ہے۔ یہ سب حالتیں نماز کے فرائض و واجبات میں شامل ہیں اور قابل غور بات یہ ہے کہ تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر سلام بھیجنا بھی شامل کر دیا ہے اور اسے نماز کا جزوِ لاینفک بنا دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حالتیں غیر خدا کے لیے شرک ہوتیں تو آپ نماز میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے مگر ایسا نہیں کیوں کہ یہ حالتِ قعود و قیام اللہ تعالیٰ کے لیے عبادتاً ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تعظیماً ہیں، اگر دورانِ نماز حالتِ قعود میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام عبادتِ اِلٰہی شمار نہیں ہوا تو نماز سے باہر قیام کو عبادتِ الٰہی کیسے تصور کر لیا جائے؟

(۳) کس طرح کا قیام عبادت ہے؟

نماز میں دورانِ قیام ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں، اگر کوئی نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ایسا کرے گا، جیسا کہ مغربی دنیا میں کسی کی خاطر ادب بجالانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تو کچھ لوگ کہیں گے: **اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْم**، یہ عمل تو عبادت ہے لہٰذا شرک ہے۔ لیکن وہ فقہ مالکی اور جعفری کے لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو قیام کی حالت میں اپنے ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان مذاہب میں ارسال الیدین یعنی ہاتھوں کو کھلا چھوڑ کر قیام کرنا ہی عبادت ہے۔ تو کیا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ان مذاہب میں اگر وہ نماز کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسا کرتے ہیں تو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں؟ بالکل نہیں، کیوں کہ ایسا کہنا فقدانِ علم کا نتیجہ ہوگا۔

۲۔ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے

گزشتہ بحث سے واضح ہوگیا ہے کہ قیام فی نفسہٖ عبادت نہیں، اِس کے عبادت قرار پانے کا دار و مدار نیت پر ہے۔ قیام ایک جائز عمل ہے خواہ وہ تعظیم کے لیے ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا قیام ایک مسنون عمل ہے یا صرف جائز ہے؟ ذیل میں درج کی گئی تفصیلات میں اِس کا اِثبات براہِ راست اَحادیث سے کیا گیا ہے کہ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے:

۳۔ اَقسامِ قیام

اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے قیام کرنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور قیام کرنے کی مختلف وجوہ اور اَسباب ہیں۔ اِس مضمون کے پیشِ نظر متعدد اَحادیث کے بالاستیعاب مطالعہ سے قیام کی درج ذیل سات صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ قیامِ اِستقبال

۲۔ قیامِ محبت

۳۔ قیامِ فرحت

۴۔ قیامِ تعظیم

۵۔ قیامِ اِکرامِ اِنسانی

۶۔ قیامِ ذکر

۷۔ قیامِ سلام

یہ درجہ بندی اِس مضمون کی تفہیم کو زیادہ آسان اور باضابطہ بنانے کے لیے کی گئی ہے۔

(۱) قیامِ اِستقبال

کسی معزز و محترم شخصیت یا رہنمائے ملت کی آمد پر کھڑے ہوکر استقبال کرنا قیامِ استقبال کہلاتا ہے اوراس کے جواز کی اَصل سنتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہے۔

۱۔ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر یہود کے قبیلہ بنوقریظہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی۔ غزوہ کے بعد ان کو سزا دینے

کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کے حسبِ منشا فیصلہ کے لیے ان کے حلیف قبیلہ اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

فأرسل النّبی ﷺ إلی سعد فأتی علی حمار، فلمّا دنی من المسجد قال للأنصار: قوموا إلی سیّدکم، أو خیرکم۔(۱)

''جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو بلا بھیجا، تو وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے۔ پس جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اَنصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔''

روایت کے الفاظ – خیر کم – اِس اَمر کے براہ راست مظہر ہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں جس قیام کا حکم دیا وہ قیامِ استقبال تھا۔ اسے قیامِ تعظیم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز تھی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو نیچے اترنے میں مدد دیں؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کتنے لوگوں کو حکم دیا ہوگا؟ ایک دو یا تین کو۔ کسی کی ناسازیٔ طبع کے باعث اُسے بلانے کے لیے صرف ایک یا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب، ۴: ۱۵۱۱، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب قول النبي ﷺ: قوموا إلی سیدکم، ۵: ۲۳۱۰، رقم: ۵۹۰۷

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد، ۳: ۱۳۸۸، رقم: ۱۷۶۸

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء فی القیام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۵

دو آدمیوں کا بھیجا جانا ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ یہاں حدیث کے الفاظ ہیں: **قال للأنصار: قوموا إلٰی سیدکم** (حضور نبی اکرم ﷺ نے اَنصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ)۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ لہٰذا یہ گمان کرنا کہ یہ قیام تعظیم اور اِستقبال کے لیے نہیں بلکہ ایک بیمار شخص کی اِعانت کے لیے تھا، متنِ حدیث کے خلاف ہے۔ یہ ارشاد تو اس معنیٰ میں ہے کہ سیادت کی وجہ سے ان کا استقبال کرو۔ اگر ان کو اتارنا مقصود ہوتا - جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے - تو ایک یا دو اَفراد کو مامور کر دیا جاتا، تمام لوگوں کو کھڑا ہونے کا حکم نہ دیا جاتا۔ حدیث کے آخری اَلفاظ - **أو خیرکم** - بھی قیامِ اِستقبال پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

امام ابو داؤد (۲۰۲۔۲۷۵ھ) نے یہ حدیث اپنی السنن میں ''**کتاب الأدب**'' کے باب ''**ما جاء فی القیام**'' کے تحت بیان کی ہے جس میں انہوں نے دوسرے لوگوں کے لیے کھڑے ہونے کے آداب پر اَحادیث بیان کی ہیں۔ لہٰذا یہ اِعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیوں کہ اگر مذکورہ بالا قیام علالت کی بناء پر تھا تو محدثین اِس حدیث کو آدابِ قیام کے باب کے ذیل میں بیان نہ کرتے۔

(۲) قیامِ محبت

قیامِ محبت کے اِظہار کے لیے بھی ہوتا ہے، اسے **قیام فی المحبۃ** یا **قیام فی الحب** کہتے ہیں۔ والدین کا قیام اپنی اولاد کے لیے، استاد کا شاگرد کے لیے، شیخ کا اپنے خاص مرید کے لیے، یا کسی بڑے کا قیام چھوٹے کے لیے اس قسم کے ذیل میں آتا ہے۔ یہ قیام تین چار یا پانچ چھ سال کی عمر کے معصوم بچے کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ قیام کی یہ صورت خود سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ اِس حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیت أحداً أشبه سمتاً ودلاً وهدیاً برسول اللہ ﷺ فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ. وکانت إذا دخلت علی النّبیّ ﷺ قام إلیها فقبّلها وأجلسها فی مجلسه، وکان النّبیّ ﷺ إذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبّلته وأجلسته فی مجلسها۔[1]

’’میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ کسی کو طور طریقہ، روش اور نیک خصلتی میں حضور نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا، (حضرت فاطمہؓ ان امور میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھیں)۔ جس وقت وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ اُن کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، حضور ﷺ جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔‘‘

اس حدیث میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اِظہارِ محبت و تعظیم میں اپنے ابا جان حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کا اظہارِ محبت و فرحت میں اپنی لختِ جگر

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمة، ۶: ۱۷۵، رقم: ۳۸۷۲

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فی القیام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۷

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۶۹۵۳

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ اس ایک حدیث میں قیام للفرحۃ والمحبۃ اور قیام للتعظیم دونوں کا ذکر موجود ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رأى النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النساء والصبيان مقبلين. قال: حسبت أنه قال. من عرس، فقام النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممثلاً، فقال: اللّٰهم! أنتم من أحبّ الناس إليّ، قالها ثلاث مرار۔[1]

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''شادی سے آتے ہوئے (دیکھا)۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: بخدا! تم (اَنصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائے۔''

(۳) قیامِ فرحت

یہ قیام فرطِ مسرت کے اِظہار کے لیے ہے۔ اِنسان کو جب کسی کے آنے کی خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کا بے ساختہ اِظہار کھڑے ہو کر کرتا ہے۔ قیام کی اِس قسم کے

---

(۱) ۱۔بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للأنصار: أنتم أحبّ الناس إليّ، ۳: ۱۳۷۹، رقم: ۳۵۷۴

۲۔بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ذھاب النساء والصبیان إلی العرس، ۵: ۱۹۸۵، رقم: ۴۸۸۵

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل الأنصار، ۴: ۱۹۸۴، رقم: ۲۵۰۸

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۵، رقم: ۱۲۸۲۰

۵۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۳۹۸، رقم: ۳۲۳۵۰

حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ عون بن جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النّبيّ ﷺ، فعانقه وقبّل ما بين عينيه، وقال: ما أدري بأيّهما أنا أسرّ: بفتح خيبر أو بقدوم جعفر؟(۱)

’’جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہجرتِ حبشہ سے مدینہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے آگے بڑھ کر اُن سے معانقہ کیا، اُن کی پیشانی کو چوما اور فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے زیادہ خوشی مجھے کس بات پر ہوئی ہے: فتح خیبر پر یا جعفر کے آنے پر؟‘‘

۲۔ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، ان کی اہلیہ نے اُنہیں واپس لانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور اُن ہی کی ترغیب سے عکرمہ مسلمان ہوکر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فلما بلغ باب رسول الله ﷺ، استبشر ووثب له رسول الله ﷺ قائماً علی رجليه فرحاً بقدومه۔(۲)

’’پس جب وہ رسول اکرم ﷺ کے درِ اَقدس پر پہنچے تو آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی خوشی میں کھڑے ہوکر اُن کا استقبال کیا۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ قیام قیام الفرحۃ تھا اس لیے کہ عکرمہ بن ابوجہل کا قبولِ

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۰۸، رقم: ۱۴۷۰
۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۴

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۲۶۹، رقم: ۵۰۵۵
۲۔ بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری: ۳۹۸، رقم: ۷۱۰

اِسلام آپ ﷺ کے لیے اِنتہائی مسرت انگیز اور راحت افزاء تھا۔ آپ ﷺ ان کی آمد پر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ساختہ اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔

۳۔ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی۔ آپ ﷺ جان گئے کہ کون آیا ہے، لہٰذا آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ کا اس طرح کھڑے ہونا **قیام الفرحة** اور **قیام الإستقبال** کے ذیل میں تھا۔ محدثین نے یہ روایت اِسلامی آداب کے ذیل میں بیان کی ہے جو اِس طرح کے قیام کے جواز پر دلیل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا:

فقام إليه رسول الله ﷺ عرياناً يجر ثوبه، والله! ما رأيته عرياناً قبله ولا بعده فأعتنقه و قبّله۔(۱)

''رسول اکرم ﷺ اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے فوری اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، اللہ کی قسم! میں نے اِس سے قبل اور بعد، کبھی آپ ﷺ کو مکمل لباس کے بغیر (لباسِ اِستراحت میں) کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ پس

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة، ۴: ۴۵۰، رقم: ۲۷۳۲

۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۵

۳۔ زیلعی، نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ۴: ۲۵۶

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲

۵۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۲: ۶۰۱

آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔‘‘

آقا علیہ السلام فوری طور پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر صرف اِظہارِ محبت و فرحت کے طور پر ان کی پذیرائی کے لیے آگے بڑھے تھے۔ اِس طرح آپ ﷺ نے اُمت کو آداب سکھا دیئے کہ کسی پیارے کی آمد پر اس کا اِستقبال کس پر تپاک انداز سے کرنا چاہیے۔ پس چاہت اور خوشی کے عالم میں کسی کو چومنا قیامِ استقبال اور قیامِ فرحت کا اگلا قدم ہے۔

(۴) قیامِ تعظیم

یہ قیامِ تعظیم کے لیے ہے جس سے اِظہارِ اِحترام مقصود ہوتا ہے، جیسے اُمتی کا قیام نبی کے لیے، اولاد کا والدین کے لیے، مریدین کا شیخ کے لیے، شاگردوں کا استاد کے لیے اور چھوٹوں کا بڑوں کے لیے۔ یہ قیام کسی کی عزت و کرامت اور شرف و بزرگی کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے اور کسی کے تقدس و اِحترام کے پیشِ نظر بھی۔

قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیم میں فرق

قیامِ اِستقبال کسی کی پذیرائی کے لیے ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ اِس کا محرک تعظیم کرنے کا داعیہ ہو۔ اس کی مثال بارات میں آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ہے جن میں سے اکثر کو آپ جانتے بھی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو ملنے والا کوئی نووارِد مہمان بھی ہوسکتا ہے جس کے اِستقبال کے لیے آپ محض رسماً کھڑے ہوجاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس آپ اپنے استاد اور شیخ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ قرآن حکیم کے ذکر، حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر اور مشائخ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً قیام کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے تھے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يجلس معنا في مسجد يحدّثنا، فإذا قام قمنا قيامًا حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه۔ [1]

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف فرما ہو کر ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اَزواجِ مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔''

اِس حدیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر جانے کے اِرادہ سے اپنی جائے نشست سے اٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرتے۔ حدیث کے الفاظ - فإذا قام قمنا قيامًا (پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے) - اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں کہ صحابہ کا قیام صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی خاطر ہوتا تھا اور وہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی ایک میں داخل نہ ہو جاتے۔ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا، ایک یا دو دن کا معاملہ نہ تھا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو مجلس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في الحلم وأخلاق النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴: ۲۴۷، رقم: ۴۷۷۵

۲۔ بیہقي، شعب الإیمان، ۶: ۴۶۷، رقم: ۸۹۳۰

۳۔ بیہقي، المدخل إلی السنن الکبری: ۴۰۱، رقم: ۷۱۶

۴۔ عسقلاني، فتح الباري، ۱۱: ۵۲

رخصت ہو جانے کے بعد بھی جاری رہتی تھی۔ اِس میں یہ بات خارج اَز اِمکان نہیں کہ جب آپ ﷺ مجلسِ صحابہ سے اپنے حجرۂ مبارک کی طرف جا رہے ہوتے تو کوئی راستے میں آپ ﷺ سے سوال پوچھتا یا کسی کام کے بارے میں آپ ﷺ سے اِجازت یا ہدایات طلب کرتا اور اس طرح کچھ وقت راہ میں بھی صرف ہو جاتا۔ اس کا دار و مدار موقع و محل اور صورتِ حال کی نوعیت پر ہوتا کہ راستے میں آپ ﷺ کتنا توقف فرماتے۔ بہرحال اس دوران جتنا بھی وقت صرف ہوتا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو اپنے حجرۂ مبارک میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ یہ سارا وقت صحابہ کرام مسلسل قیام کی حالت میں گزارتے، وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو رخصت نہیں ہوتے تھے۔ ان کا یہ قیام صرف تعظیمِ رسول ﷺ میں ہوتا تھا۔

۲۔ سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے تعظیماً کھڑی ہوتیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وكان النّبيّ ﷺ إذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبّلته وأجلسته في مجلسها۔[1]

”حضور ﷺ جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمة، ۶: ۱۷۵، رقم: ۳۸۷۲

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء في القيام، ۴: ۳۵۵، رقم: ۵۲۱۷

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۶۹۵۳

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔‘‘

۳۔ عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ اُنہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

إن رسول الله ﷺ کان جالساً یوماً، فأقبل أبوه من الرضاعة، فوضع له بعض ثوبه فقعد علیه، ثم أقبلت أمه فوضع لها شق ثوبه من جانبه الآخر، فجلست علیه، ثم أقبل أخوه من الرّضاعة، فقام له رسول الله ﷺ فأجلسه بین یدیه۔ (۱)

’’ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھائی، پھر رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے چادر مبارک کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی، پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ نے قیام فرما ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔‘‘

اِس حدیث شریف سے حضور نبی اکرم ﷺ کا رضاعی والدین کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا اِثبات ہے۔

۴۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أتی النّبيّ ﷺ فلما رآه، قام إلیه وقبّل ما بین عینیه، ثم أقعده عن یمینه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب فی برّ الوالدین، ۴: ۳۳۷، رقم: ۵۱۴۵
۲۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۲: ۴۵۵
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱۰: ۱۱۶، رقم: ۹۲۴۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۳۵، رقم: ۱۰۵۸۰

’’بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی چوم کر اپنی دائیں طرف بٹھا لیا۔‘‘

نماز اللہ کے لیے اور اِقامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

جمہور اہلِ اِسلام کا اِقامتِ نماز کے وقت مسنون اور مستحب طریقہ کے مطابق **حي علی الصّلٰوۃ** اور **قد قامت الصلٰوۃ** پر کھڑے ہونے کا معمول ہے، لیکن اس بات کو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ اس کا آغاز کب اور کیسے ہوا اور کس نے کیا؟ اِقامت کے وقت یہ قیام فی الحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام و تعظیم کے لیے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامتِ نماز کے لیے آتا دیکھتے تو اَدباً و اِحتراماً کھڑے ہوجاتے۔ اس طرح یہ قیام اقامت کے لیے نہیں بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام کے لیے ہوتا تھا جس سے درحقیقت یہ اِطلاع دینا مقصود ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اِس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز اللہ کے لیے اور اِقامت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوتی تھی۔ یہ انتہائی اہم نکتہ ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

آج کے دور میں ہر نماز کا وقت گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے مقرر ہے۔ مقررہ وقت پر اذان کہی جاتی اور بعد ازاں مقررہ وقت پر اقامت کہہ کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب وقت کا موجودہ نظام متعارف نہیں ہوا تھا نماز کے لیے قیام کا طریقہ کار کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرض نمازوں کی اذان سننے کے بعد مسجد میں آ کر سنتیں ادا کرتے اور صف بہ صف بیٹھ کر نماز کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر رہتے۔ ان کے فرض نماز ادا کرنے کا وقت

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۲۷۵

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۶۳

فقط آپ ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری کا وقت ہوتا۔ ہر کوئی اس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک آپ ﷺ تشریف نہ لاتے۔ جس وقت آپ ﷺ تشریف لاتے وہی نماز کا وقت ہوتا۔ فرض نمازوں کی ادئیگی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِسی فارمولا پر عمل کرتے تھے۔

مؤذنِ رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہنے کے بعد ایک جگہ اوٹ میں کھڑے ہوکر آقا علیہ السلام کے حجرۂ مبارک کی طرف نظریں مرکوز کیے رہتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر سے باہر تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی صفیں آراستہ کیے انتظار کی حالت میں ہوتے کہ کب آپ ﷺ امامت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے حجرۂ مبارک سے باہر نکلنے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کونے میں گوش بر آواز رہتے اور حجرے کے دروازے کا پردہ سرکنے کی آواز سنتے ہی اگلی صف میں آ کر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے لگتے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقا علیہ السلام اپنے حجرۂ مبارک سے مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور وہ اپنی اپنی صفوں میں سراپا ادب و تعظیم بنے کھڑے ہو جاتے۔ یہ قیامِ تعظیم تھا جو ایک شعار اور سنت بن گیا۔

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ بَلَالٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلَا يُقِيمُ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِينَ يَرَاهُ۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصّلاة، باب متى يقوم الناس للصلاة، ۱: ۴۲۳، رقم: ۶۰۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب الصّلاة، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإمامة، ۱: ۳۹۱، رقم: ۲۰۲

۳۔ أبوداود، السنن، كتاب الصّلاة، باب فی المؤذن ينتظر الإمام، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶، ۱۰۴

’’حضرت بلال رضی اللہ عنہ زوالِ آفتاب کے بعد (جب نماز کا وقت ہو جاتا تو) اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیتے، اور جونہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نماز کے لیے) تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو اقامت کہنے لگتے۔‘‘

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامت کے لیے نہیں بلاتے تھے کہ حضور! نماز کا وقت ہو گیا ہے، باہر تشریف لے آئیں۔ اِقامت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کو اِطلاع دینا ہوتی تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے آئے ہیں، تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ! آج بھی اِقامت کے دوران میں کھڑے ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قیامِ اِستقبال و تعظیم کی سنت کی پیروی ہے۔

ایک قیام حضرت بلال رضی اللہ عنہ آغازِ اِقامت میں کرتے اور دوسرا صحابہ رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کرتے۔ قاضی عیاض (۴۷۶۔۵۴۴ھ) اِس حدیث کی شرح میں قیام کی یہی دو قسمیں زیرِ بحث لائے ہیں۔ اُنہوں نے دونوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

بأن بلالا رضی اللہ عنہ كان يراقب خروج رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فلأوّل خروجه أقام هو: ثم لا يقوم الناس حتى يظهر للناس ويروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدّلوا صفوفهم۔[1]

’’حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا انتظار کرتے رہتے تھے جہاں انہیں کوئی اور نہ دیکھ سکتا یا چند لوگ دیکھ سکتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجرے سے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال

.... ۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۲۲۱، رقم: ۱۹۱۲

۶۔ أبوعوانة، المسند، ۱: ۳۷۲، رقم: ۱۳۵۰

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶، ۵۵۷

رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور لوگ اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہوجاتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی صفوں کو سیدھا کر لیتے۔‘‘

قاضی عیاض مزید لکھتے ہیں:

وفيه أن القيام للصّلاة لا يلتزم بالإقامة أو قوله: قد قامت الصّلاة أو حيّ على الفلاح، على ما نذكره من اختلاف العلماء، وإنما يلزم بخروج الإمام۔(۱)

’’اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز کے لیے کھڑے ہونا اِقامت کے ساتھ خاص نہیں ہے یا یہ کہنا کہ یہ قد قامت الصلوۃ یا حی علی الفلاح کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہم نے اِس بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے بلکہ یہ امام کے نماز کے لیے نکلنے کے ساتھ خاص ہے۔‘‘

امام بدر الدین عینی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

وجه الجمع بينهما أن بلالاً كان يراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فعند أول خروجه يقيم ولا يقوم الناس حتى يروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدّل الصفوف۔(۲)

’’میں کہتا ہوں کہ ان دو باتوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا اِنتظار کرتے تھے جہاں ان کو کوئی نہ دیکھ سکے یا چند لوگ دیکھ سکیں۔ پس آپ

(۱) قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶

(۲) عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ۵: ۱۵۴

ﷺ کے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور لوگ اُس وقت تک (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوتے جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر آپ ﷺ اپنے مصلیٰ پر اُس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک (صحابہ کی) صفیں نہ سیدھی کروا لیتے۔‘‘

یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک عاشقانہ خواہش کی تکمیل کا ذریعہ تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے پہلے وہ زیارت کریں اور آپ ﷺ کے دیدار کرنے والے لوگوں میں ان کی آنکھیں سب سے پہلے جلوۂ یار پر مرکوز ہوں اور چہرۂ محبوب ﷺ کے تکنے والوں میں وہ سب سے بازی لے جائیں۔ اللہ أکبر کے کلمات گویا اعلان ہوتے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ اعلان سنتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ ایسا بار بار تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا، کبھی ایسا ہوتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ حجرۂ مبارک سے مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی کام کے باعث واپس چلے جاتے۔ جب متعدد بار ایسا ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ وہ اقامت کی اِبتدا میں نہ کھڑا ہوا کریں اور صرف اسی وقت کھڑے ہوں جب وہ مجھے جائے نماز پر کھڑا ہوتے دیکھیں۔ اس طرح یہ ارشادِ رسول ﷺ دوسرے حکم کی بنیاد بن گیا جس میں حي علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات کی ادائیگی کے وقت کھڑا ہونا مقصود تھا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَقُمْنَا فَعَدَّلْنَا الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب متی يقوم الناس للصّلاة، ۱: ۴۲۲، رقم: ۶۰۵

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۸۳، رقم: ۹۱۹۲

۳۔ بيهقي، السنن الکبری، ۲: ۳۹۸، رقم: ۳۸۷۴

’’نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہو کر صفیں برابر کرنی شروع کر دیں، حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے۔‘‘

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول بن گیا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ہی کھڑے ہوتے تھے، قطع نظر اس سے کہ آپ ﷺ حجرے سے باہر آ رہے ہیں یا کہیں اور سے، ان کا کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے ہوتا۔ یہ موقف درج ذیل احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے:

۳۔ ’’صحیح بخاری‘‘ اور ’’سنن ابی داؤد‘‘ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۱

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام ینتظرونه قعودا، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۹

۳۔ دارمي، السنن، کتاب الصّلاة، باب متی یقوم الناس إذا أقیمت الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۴، ۳۰۷

۵۔ عبد الرزاق، المصنف، باب قیام الناس عند الإقامة، ۱: ۵۰۴، رقم: ۱۹۳۲

۶۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۳: ۱۴، رقم: ۱۵۲۶

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۵: ۶۰۰، رقم: ۲۲۲۲

۸۔ ابن ابي شیبة، المصنف، باب في القوم یقومون إذا أقیمت الصّلاة قبل أن یجيء الإمام، ۱: ۳۵۶

۹۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۴۴، رقم: ۸۵۲۷

۱۰۔ طبراني، المعجم الصغیر، ۱: ۴۹، رقم: ۴۴

”جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (صرف میری آمد پر کھڑے ہوا کرو)۔“

۴۔ ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۱)

”جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

امام مسلم نے اِس حدیث کے بعد مزید لکھا ہے: ابن حاتم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ’جب نماز کے لیے اقامت یا اذان ہو۔‘

۵۔ ”جامع ترمذی“ اور ”سنن نسائی“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوا حَتَّى تَرَوْنِي خَرَجْتُ۔(۲)

۱۱۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، باب متى يقوم المأموم، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۱۹

۱۲۔ بيهقي، السنن الصغرىٰ، ۱: ۳۱۱، رقم: ۵۲۷

۱۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

۱۴۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۱۳۳۵

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب متى يقوم النّاس للصّلاة، ۱: ۴۲۲، رقم: ۶۰۴

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الصّلاة، باب كراهية أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام عند افتتاح الصّلاة، ۲: ۴۸۷، رقم: ۵۹۲

۲۔ نسائي، السنن، كتاب الاذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام، ۲: ۳۱، رقم: ۶۸۷

۳۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۷

’’جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نکلتا ہوا نہ دیکھو۔‘‘

یہ حدیث ’’صحیح بخاری،‘‘ ’’صحیح مسلم،‘‘ اور ’’جامع ترمذی‘‘ کی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اِقامتِ صلوٰۃ کے حوالہ سے اُمت کو دوسرا حکم دیا۔ اس حکم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سابقہ معمول تبدیل کر دیا جس کی رُو سے ائمہ حدیث کے مطابق وہ تکبیر کی صدا سن کر کھڑے ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا سطور میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ تینوں احادیث کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اِمام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) اِس حدیث کو کتاب الأذان کے باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة (لوگ اِقامت کے وقت جب امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں)؟، امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ) کتاب المساجد ومواضع الصّلاة کے باب متی یقوم الناس للصلاة (لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں)؟ اور امام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اسے کتاب الصّلاة کے باب کراهية أن ینتظر الناس الإمام وهم قیام عند إفتتاح الصّلاة (آغازِ نماز کے وقت لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کے اِنتظار کرنے کی ناپسندیدگی) کے تحت لائے ہیں۔ اِن اَبواب میں موضوع کی تشریح و توضیح کے لیے اَئمہ کرام جو احادیث لائے ہیں وہ قیام ہی کے حوالے سے ہیں۔ اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مقتدی حضرات نماز کے لیے اِمام کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کب کھڑے ہوں؟ اُنہوں نے تصریح کردی ہے کہ دورانِ اِقامت وقتِ قیام کا اِنحصار امام کو دیکھنے پر ہے اور اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امام، اِمام الانبیاء حضور نبی اکرم ﷺ تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم یہ تھا کہ ’جب اِقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘ حدیث کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ اگر ادب کرانا ملحوظ نہ ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں کو اقامت کی تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کا حکم دے دیتے جب کہ اس کے برعکس انہیں کہا گیا کہ جب تم دیکھ لو کہ میں امامت کے

لیے آ گیا ہوں تو بلا تاخیر میرے لیے کھڑے ہوجایا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ث کا قیام رسول اکرم ﷺ کے لیے تھا نہ کہ نماز کے لیے اور یہ قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیم تھا۔

۶۔ یہی روایت امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) نے دوسرے طریق سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ۔[1]

''جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو اور تم اپنے اوپر سکون کو لازم رکھو (یعنی نماز کے قیام میں عجلت سے کام نہ لو)۔''

اِس حدیث سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم تھا کہ جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ دیکھ لیں دورانِ اِقامت کھڑے نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ پر نماز کا قیام تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب کہ اقامت پر قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت نے نماز اپنے لیے اور اقامت اپنے محبوب ﷺ کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ لہٰذا آغازِ نماز میں پہلا قیامِ اِقامت حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے جب کہ دوسرا قیام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔

۷۔ ''صحیح مسلم'' میں ہے کہ اسحاق نے اپنی روایت میں معمر اور شیبان سے حدیث بیان کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأذان، باب: لا يسعى إلى الصّلاة مستعجلاً ولْيَقُمْ بالسّكينة والوقار، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۲

۲۔ بخاري، كتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، ۱: ۳۰۸، رقم: ۸۶۷،

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۵۱، رقم: ۱۷۵۵

۴۔ وأبو نعيم الأصبهاني، المسند المستخرج على الصحيح الإمام مسلم، ۲: ۲۰۰، رقم: ۱۳۴۰

حَتّٰی تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ۔[1]

''یہاں تک کہ تم دیکھ لو کہ میں (نماز کے لئے) باہر آ چکا ہوں۔''

۸۔ لوگ ''صحیح مسلم'' کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن وہ اس نکتہ کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے جو امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ) نے درجِ ذیل حدیث میں بیان کیا ہے۔ ''صحیح مسلم'' کی درج ذیل حدیث کے منتخب الفاظ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے بالخصوص متذکرہ بالا نکتہ اَلم نشرح ہو جاتا ہے۔ یہ اہم حدیث جسے ہم حدیثِ عشق بھی کہہ سکتے ہیں اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَدب و توقیر کی تعلیم مضمر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

''بے شک اِقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے کہی جاتی تھی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ ہماری اِقامتِ نماز صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے ہوتی تھی۔ اس کی توجیہ انہوں نے یہ بیان کی ہے:

فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَقَامَه۔[2]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم النّاس للصّلاة، ۱: ۴۲۲، الرقم: ۶۰۴
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصّلاة، باب في الصّلاة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعودا، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۴۰
۴۔ أبو عوانة، المسند، ۲: ۲۸
۵۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹
۶۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۲۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب متى يقوم الناس للصلاة، ۱: ۴۲۳، رقم: ۶۰۵
۲۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۳۴۵

''پس لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کے مصلّی پر تشریف لانے سے پہلے ہی اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔''

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ ﷺ۔(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی تو آپ ﷺ کے مصلّی پر تشریف لانے سے پہلے ہی لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔''

مذکورہ بالا مضمون پر مشتمل چند مزید احادیث درج ذیل ہیں:

۱۰۔ ''سنن نسائی'' کی ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔(۲)

''جب جماعت کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اُس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔''

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الصّلاة، باب في الصّلاة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۴۱

(۲) ۱۔ نسائي، كتاب الصّلاة، باب قيام الناس إذا رأوا الإمام، ۲: ۸۱، رقم: ۷۹۰

۲۔ دارمي، السنن، كتاب الصّلاة، باب متى يقوم الناس إذا أقيمت الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۹۶، ۳۰۳، رقم: ۲۲۵۸۶

۱۱۔ ’’صحیح ابن حبان‘‘ کی ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ۔ (۱)

’’جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ میں تمہاری طرف نکل آیا ہوں۔‘‘

۱۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔ (۲)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘

۱۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔ (۳)

’’جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اُس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۶۰۱، رقم: ۲۲۲۳
۲۔ ابو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۸
۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۰، رقم: ۹۳۸۷
۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۷۵، رقم: ۱۲۸۵

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۶۱، رقم: ۱۵۸۰
۲۔ أبو يعلى، المعجم، ۱: ۱۸۱، رقم: ۲۰۷
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۲: ۷۵
امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی اِقامت اس لیے کہی جاتی تھی تاکہ لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ وہ آپ ﷺ کی مصلیٰ پر آمد سے پیشتر ہی اپنی صفیں باندھ لیں اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہوجائیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ لوگ نماز کے لیے صفیں بنا لیتے بلکہ یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ کی امامت کے لیے تشریف لانے اور مصلیٰ کو زینت بخشنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کے اِستقبال و پذیرائی کے لیے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قیام قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ تھا، قیامِ نماز کے لیے نہ تھا۔

(۵) قیامِ اِکرامِ اِنسانی

میت کا اِحترام اِکرام للاِنسان کے زمرے میں آتا ہے جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جنازے کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے خواہ وہ کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا اور آپ ﷺ کا یہ قیام جسدِ اِنسانی کے اکرام کی وجہ سے ہوتا۔

۱۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا رأيتم الجنازة فقوموا حتى تخلفكم۔(۱)

’’جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہارے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۱: ۴۴۰، رقم: ۱۲۴۵

۲۔ نسائی، السنن الكبرى، ۱: ۶۲۵، رقم: ۲۰۴۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۲۳، رقم: ۳۰۵۱

۴۔ بيهقی، السنن الكبرى، ۴: ۲۵، رقم: ۶۶۶۰

پاس سے گزر جائے۔‘‘

۲۔ دوسری روایت حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا رأيتم الجنازة فقوموا لها، حتى تخلفكم أو توضع۔[1]

’’جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے گزر جائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔‘‘

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکمِ قیام جسدِ اِنسانی کے احترام میں ہے۔

۳۔ اِسی اِکرامِ انسانی کے باب میں امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) نے الصحیح کی کتاب الجنائز میں باب من قام لجنازة يهودي قائم کیا ہے جو ایک یہودی کے جنازے سے متعلق ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مرّت بنا جنازة، فقام لها النّبيّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقمنا له.

’’ایک جنازہ ہمارے سامنے سے گزرا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوگئے اور ہم سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲: ۶۵۹، رقم: ۹۵۸

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی القيام للجنازة، ۳: ۳۶۰، رقم: ۱۰۴۲

۳۔ أبوداود، السنن، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۳: ۲۰۳، رقم: ۳۱۷۲

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی القيام للجنازة، ۱: ۴۹۲، رقم: ۱۵۴۲

۵۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۳: ۴۰۴، رقم: ۵۵۳۷

یہاں صحابہ کا مقامِ ادب ملاحظہ کریں کہ وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے نہیں رہے بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو کھڑا ہوتے دیکھ کر فی الفور کھڑے ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے دل کی بات بتا دی۔ اُنہوں نے عرض کیا:

یارسول الله! إنها جنازة یهودي؟

’’یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سن لی اور فرمایا:

إذا رأیتم الجنازة فقوموا۔(۱)

’’جب تم جنازہ دیکھو تو (اِحتراماً) کھڑے ہوا کرو۔‘‘

قطع نظر اس بات کے کہ یہودی ہے یا مسلمان جب کوئی جنازہ دیکھیں تو اس کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے اور یہ قیام انسان کے مردہ جسم کا اِحترام ہے۔ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے یہودی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں، دونوں اِنسان ہیں اور اِحترامِ آدمیت کے اعتبار سے دونوں کا مردہ جسم اِکرام کا مستحق ہے۔

امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ)،(۲) امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ)،(۳) امام احمد بن

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودي، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۴۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۵۴
۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازة تمر بالقوم أیقومون لها أم لا، ۲: ۱۴، رقم: ۲۷۱۷
۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۲۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودی، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۲۵۰

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، ۲: ۶۶۱، رقم: ۹۶۱

حنبل (۱۶۴۔۲۴۱ھ)،[1] امام نسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ)[2] اور امام طحاوی (۲۲۹۔۳۲۱ھ)[3] اسی ضمن میں مزید احادیث لائے ہیں۔

اِن اَحادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ لوگ جنازے کے اِکرام کے لیے کھڑے ہو جایا کریں۔ پس وہ لوگ جو قیام کے مطلقاً قائل نہیں اُنہیں سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آقا علیہ السلام نے نماز کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر قیام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے اس حد تک اَخلاقیات کا درس دیا کہ کسی انسان کا جنازہ دیکھ کر۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم۔ ہمیشہ کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ قیام اِکرامِ جسدِ انسانی یعنی آدمیت کے احترام کے لیے قیام کرنا تعلیماتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

اگر کسی جنازے یا مردہ لاش کا احترام کرنا اس کا استحقاق ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اسے دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیتی ہے تو پھر میلاد پر آقائے دو جہاں ﷺ پر سلام بھیجنے کے لیے کھڑا ہونا اور نعت کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کرنا اور آپ ﷺ سے محبت کے اظہار کے لیے خوشی منانا اور ماہِ میلاد کے استقبال کے لیے خصوصی تقریب کا اہتمام اور قیام کیوں کر غیر شرعی فعل ہوسکتا ہے؟

(٦) قیامِ ذکر

قیام کی صورتوں میں سے ایک قیامِ ذکر ہے۔ اِس سے مراد کسی بھی دینی، تبلیغی یا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ٦: ٦

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام لجنازة أهل شرك، ۴: ۴۵، رقم: ۱۹۲۱

۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۱: ٦٢٦، رقم: ۲۰۴۸

(۳) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازة تمرّ بالقوم أیقومون لها أم لا، ۲: ۱۳، رقم: ۲۷۱۴

روحانی و تربیتی مقصد کے لیے کھڑا ہونا ہے جیسے درس و تدریس کے لیے معلم کا کھڑا ہونا، خطبہ کے لیے عالم کا کھڑا ہونا اور قاری کا تلاوت قرآن کے لیے کھڑا ہونا۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔[۱]

’’یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔‘‘

سلام محبوبِ خدا ﷺ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے[۲] جیسا کہ محبوب ﷺ کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت،[۳] محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت،[۴] محبوب ﷺ کی رضا کو اپنی رضا،[۵] محبوب ﷺ کی ادا کو اپنی ادا،[۶] محبوب ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا[۷] اور محبوب ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔[۸]

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱۔ الانشراح، ۹۴: ۴

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

(۳) النساء، ۴: ۸۰

(۴) ۱۔ النساء، ۴: ۱۴

۲۔ الأحزاب، ۳۳: ۳۶

۳۔ الجن، ۷۲: ۲۳

(۵) التوبة، ۹: ۶۲

(۶) الأنفال، ۸: ۱۷

(۷) الأحزاب، ۳۳: ۵۷

(۸) النساء، ۴: ۱۴

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ذکرِ خدا ہے

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلق عظیم، عجز و اِنکسار اور مقامِ عبدیت میں درجۂ کمال پر پہنچنے کے باعث آپ ﷺ کے ذکر کو دنیا کی ہر چیز پر بلندی و رفعت کا مورِد ٹھہرایا۔ اِرشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ o[1]

’’اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذِکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند کر دیا o‘‘

اِس اِرشادِ خداوندی کی تفسیر ایک حدیث مبارکہ کے مضمون سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رسول اللہ ﷺ قال: أتانی جبریل، فقال: إن ربّی وربّکَ یقولُ لکَ: کیف رفعتُ ذکرکَ؟ قال: اللہ أعلمُ. قال: إذا ذُکِرتُ ذُکِرتَ معی۔[2]

---

(۱) الانشراح، ۹۴: ۴

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

۲۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۵۲۲، رقم: ۱۳۸۰

۳۔ خلال نے ”السنۃ (۱: ۲۶۲، رقم: ۳۱۸)“ میں اِس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۴۰۵، رقم: ۷۱۷۶

۵۔ ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ۴۳۹، رقم: ۱۷۷۲

۶۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۱۰: ۳۴۴۵، رقم: ۱۹۳۹۳

۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۷۱۲

۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۵۲۴

۹۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۸: ۵۴۹

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے اِستفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔“

اِس حدیثِ قدسی کی رُو سے ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ ایک ساتھ کرنا ضروری ہے۔ حبیبِ خدا ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے الگ نہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر وہ عمل بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے، اِس لیے یہ دونوں ذکر ایک ساتھ ایک ہی حالت میں کرنا جائز ہے۔ ذکرِ خدا بہ حالتِ قیام جائز ہے تو ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بہ صورتِ درود و سلام بھی جائز ہے۔

(۷) قیامِ صلوٰۃ وسلام

قیام کی متعدد صورتوں میں سے ایک قیامِ سلام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر صلوٰۃ وسلام اَدب و تعظیم سے سرشار کیفیت میں کھڑے ہو کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ قیام متعدد درجاتِ قیام کا مجموعہ ہے، مثلاً قیامِ محبت، قیامِ فرحت، قیامِ تعظیم، قیامِ ذکر اور قیامِ صلوۃ و سلام۔ جب ہم محفلِ میلاد میں قیامِ سلام کو لیتے ہیں جس میں آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں سلام پڑھا جاتا ہے تو پھر قیام اور عدمِ قیام کی تمیز پر مبنی ساری بحث محض سعی لاحاصل ہے۔ اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قیام قیامِ استقبال ہے ہی نہیں۔ اس لیے ہم سرے سے اس بحث ہی کو لغو سمجھتے ہیں کہ استقبال کے لیے قیام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ درحقیقت یہ قیامِ تعظیم ہوتا ہے بلکہ اس پر مستزاد قیامِ فرحت اور قیامِ محبت اس کا محرک ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں بلاخوفِ تردید حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت پر مبنی ہیں اور اس پر کسی قسم کی اختلاف رائے یا تکرار کرنے کا کوئی محل نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ادب و نیاز سے کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررتُ علٰی موسٰی وهو يُصلّی فی قبره۔(۱)

''میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مررتُ علٰی موسیٰ ليلة أسری بی عند الكثيب الأحمر، وهو قائم يصلّی فی قبره۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ نسائی، السنن، کتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب ذكر صلاة نبی الله موسی علیہ السلام، ۳: ۱۵۱، رقم: ۱۶۳۷

۳۔ نسائی، السنن الكبری، ۱: ۴۱۹، رقم: ۱۳۲۹

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۰

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۴۱، رقم: ۴۹

۶۔ أبو يعلی، المسند، ۷: ۱۲۷، رقم: ۴۰۸۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۸

۳۔ بيهقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۳۸۷

’’میں معراج کی رات سرخ ٹیلہ کے مقام پر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو (میں نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے، اس کی وضاحت لفظ صلوٰۃ کی ذیل میں دی گئی بحث سے ہوجائے گی:

(۱) صلوٰۃ کا معنی - درود و سلام

عام طور پر کتابوں میں ان احادیث مبارکہ کا یہ ترجمہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفرِ معراج کے اس مرحلہ میں مترجمین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

هو قائم يصلّي في قبره.

’’(موسیٰ علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے یا وہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو رہے تھے۔‘‘

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالتِ قیام میں صلوٰۃ ادا کرنے سے راقم نے صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا جو نتیجہ اَخذ و مستنبط کیا ہے وہ حدیث سے متعارض نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت دیگر تمام انبیاء بیت المقدس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے

۴۔ سبکی، شفاء السقام في زيارة خير الأنام: ۱۳۷

۵۔ مقريزی، إمتاع الأسماع بما للنبي صلی الله عليه وآله وسلم من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۸: ۲۵۰

۶۔ مقريزی، إمتاع الأسماع بما للنبي صلی الله عليه وآله وسلم من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۰: ۳۰۴

۷۔ سيوطی، الحاوی للفتاوی: ۲۶۸

۸۔ سخاوی، القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع صلی الله عليه وآله وسلم: ۱۶۸

جمع تھے۔ تمام انبیاء علیھم السلام کو بھی اس بات کا علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اس رات سفرِ معراج شروع ہو چکا ہے اور آپ ﷺ وہاں ان کی امامت فرمائیں گے اور یہ امامت لیلۃ المعراج کے اگلے مرحلے پر روانہ ہونے سے پہلے ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمانوں پر بھی ملاقات ہونا تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام مقامِ قدس پر حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے بھی تھے۔ پھر یہ کہ حضور ﷺ کا سفر کسی دنیاوی سواری پر نہیں بلکہ برّاق پر تھا جس کی رفتار کا اِنسانی عقل اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ وہ برّاق آن واحد میں اتنی مسافت طے کر لیتا تھا جو روشنی کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ تھی۔ یہ سب جانتے ہوئے کیوں کر ممکن تھا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ محض نمازِ نفل ادا کر رہے ہوں، اگر کوئی فرض نماز ہوتی تو یہ بات قرینِ فہم ہوتی لیکن وصال کے بعد کوئی فرض نماز نہیں ہوتی جو قبر میں ادا کی جائے۔ دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد برزخی زندگی میں کوئی فرائض و واجبات نہیں رہتے اور انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیاء عظام قبور میں جو اعمال بجا لاتے ہیں ان کی حیثیت نفلی عبادت کی ہوتی ہے جو ایک اضافی معاملہ ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسجدِ حرام سے سفرِ معراج پر روانہ ہو رہے ہیں اور ان کا گزر اس طرف سے ہوگا۔ اس لیے یہ بات قابلِ فہم نہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ سفرِ معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہوں اور وہ اس وقت نفل نماز ادا کرنے میں مصروف ہوں۔ چنانچہ مذکورہ بالا احادیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ یہ مفہوم متنِ حدیث کے خلاف نہیں کیوں کہ تمام انبیاء جانتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس میں امامت فرمانی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بحیثیت مقتدی شریکِ نماز ہونا تھا اس لیے اس وقت یہاں قبر میں نماز پڑھنے کا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

(ب) صلوٰۃ کے لغوی معانی

وھو قائم یصلی فی قبرہ کے صحیح مفہوم کی روشنی میں لفظ صلوٰۃ کا معنی نماز نہیں بلکہ درود وسلام پڑھنا ہے کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود وسلام پڑھنا جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام مرتضٰی الزبیدی صلوٰۃ کا معنی لکھتے ہیں:

وقال ابن الأعرابی: الصلاۃ من اللہ الرحمۃ، ومنہ ﴿هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ﴾[1] أی یرحم۔[2]

’’ابن اعرابی کہتے ہیں: اللہ کی طرف سے صلاۃ کا معنی ’’رحمت ہے۔‘‘ یہی اس آیت کا معنی ہے: ﴿وہی ہے جو تم پر صلاۃ بھیجتا ہے﴾ یعنی جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔‘‘

ابن منظور (۶۳۰۔۷۱۱ھ) اِرشادِ باری تعالیٰ - أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ[3] - کے تحت لکھتے ہیں:

فمعنی الصلوات ھھنا الثناء علیھم من اللہ تعالیٰ۔[4]

’’یہاں صلوات سے مراد ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعریف کا ہونا ہے۔‘‘

(ج) لغوی معانی کا اِطلاق

لفظِ صلوۃ کے انہی معانی کا اطلاق درج ذیل آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ میں کیا گیا ہے:

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۲) زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۱۹: ۶۰۷

(۳) البقرۃ، ۲: ۱۵۷

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۴۶۵

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (۱)

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرّم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ○‘‘

۲۔ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۲)

’’وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔‘‘

۳۔ حدیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ کثرت کے ساتھ درود کے معنٰی میں آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى عليّ صلاة، صلى الله عليه بها عشراً و كتب له بها عشر حسنات۔ (۳)

’’جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔‘‘

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

(۲) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبي ﷺ، ۲: ۳۵۴، رقم: ۴۸۴

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا اَحادیث مبارکہ میں صلوٰۃ کا مفہوم حضور رسالت مآب ﷺ پر رحمت اور سلام بھیجنا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور نبی اکرم ﷺ کا استقبال آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہوئے کر رہے تھے۔

امام شعرانی (۸۹۸۔۹۷۳ھ) **الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر** میں شبِ معراج کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''جب صاحبِ معراج ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اپنی سواری براق کو چھوڑ کر رفرف پر اس مرحلہ تک عروج کر گئے جو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ مقامِ دَنٰی فَتَدَلّٰی پر اللہ رب العزت کے حضور باریابی سے مشرف ہوئے تو اس جگہ جہاں محبّ و محبوب کے سوا اور کوئی نہ تھا باری تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوئے اور یہ آواز آئی:

یا محمد! قف، إن ربک یصلی۔(۱)

''اے پیارے محمد! ٹھہر جایئے، آپ کا رب آپ پر درود بھیج رہا ہے۔''

قرائن بتا رہے ہیں کہ وہ صلوٰۃ جو شبِ اسریٰ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ پر بھیج رہا تھا وہی صلوٰۃ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پڑھ رہے تھے۔ اُس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر انور میں کوئی نفل نماز نہیں بلکہ صلوٰۃ و سلام کا وظیفہ کر رہے تھے۔ یہ صلوٰۃ صلوٰۃِ مبارک باد، صلوٰۃِ تعظیم و توقیر اور صلوٰۃِ احترام تھا۔

اِس تفصیل سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ کے مفہوم کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے بلکہ یہ رسولِ محتشم ﷺ پر صلوٰۃ اور برکت بھیجنے کا عمل تھا اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام تھا جس کے آئینہ دار قائم یصلی کے اَلفاظِ حدیث ہیں۔ اِسی واقعہ کی اطلاع ہمیں

(۱) شعرانی، الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر، ۲: ۳۶۷

مخبرِ صادق رسولِ برحق ﷺ نے دی اور بتایا کہ سفرِ معراج کے ابتدائی مرحلہ میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہ حالتِ صلوٰۃ دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ کھڑے تھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔

آپ دونوں میں سے کسی بات کو تسلیم کرلیں اور اِس اَمر پر اپنی توجہ مرکوز کریں کہ رسول مکرم ﷺ نے امت کو یہ اطلاع کیوں فراہم کی؟ اگر یہ محض نماز کا معاملہ ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔ ہر پیغمبر اپنی قبرِ انور میں نفل ادا کرتا ہے، یہ کوئی خلافِ معمول بات نہیں۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفرِ معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں امت کو یہ بتانے میں کیا نکتہ اور حکمت کارفرما تھی؟ دراصل بتانا یہ مقصود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ہیں اور جب حضور ﷺ سفرِ معراج کے دوران میں اُن کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ (درود) پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کا اس موضوع پر امت کو آگاہی دینے کا مقصد انہیں قیامِ سلام کے آداب سمجھانا تھا۔

۳۔ صحیح مسلم کی کتاب الإیمان کے باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال میں اس مضمون کی ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے۔ امام سخاوی (۸۳۱۔۹۰۲ھ) نے **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع** ﷺ میں یہ حدیث سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے باب میں صلوٰۃ وسلام کے حوالے سے بیان کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قد رأیتنی فی جماعة من الأنبیاء، فإذا موسی قائم یصلی، فإذا رجل ضرب جعد کأنه من رجال شنوءة.

’’تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیھم السلام کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، وہ شنوءہ قبیلے (کے لوگوں) کی طرح درمیانے قد

کے اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔“

وإذا عيسى ابن مريم عليه السلام قائم يصلّي، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود الثقفي.

”اور عیسٰی بن مریم کھڑے صلٰوۃ پڑھ رہے تھے، ان سے قریباً ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔“

وإذا إبراهيم قائم يصلي، أشبه الناس به صاحبكم (يعني نفسه)، فحانت الصلاة فأممتهم۔(۱)

”اور ابراہیم بھی کھڑے صلٰوۃ پڑھ رہے تھے، سب سے زیادہ اُن کے ہم شکل تمہارے صاحب (یعنی میں) ہوں، اِس کے بعد نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے اُن کی اِمامت کروائی۔“

اس روایت سے مترشح ہو رہا ہے کہ شبِ اسریٰ ہر پیغمبر حالتِ قیام میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ رہا تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے تمام اَنبیاء کی اِمامت کرائی۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب ذكر المسيح بن مريم والمسيح الدجال، ۱: ۱۵۷، رقم: ۱۷۲

۲۔ خطيب تبريزي، مشكوٰة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، ۳: ۳۷۹، رقم: ۵۸۶۶

۳۔ بيهقي، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۳۸۷

۴۔ سبكي، شفاء السقام في زيارة خير الأنام: ۱۳۵، ۱۳۸

۵۔ مقريزي، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۸: ۲۴۹

۶۔ سخاوي، القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: ۱۲۸

قیامِ میلاد لمحہ موجود میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لیے نہیں ہوتا

قیام کے موضوع پر یہ حوالہ جات بالصراحت اِس اَمر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہم قیام کیوں اور کس لیے کرتے ہیں؟ یہاں ایک شبہ کا اِزالہ اَز حد ضروری ہے کہ معاذ اللہ ہم ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت لمحہ موجود میں ہوئی ہے، لہٰذا ہمیں قیام کرنا ہے یا یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس مجلس میں تشریف لا رہے ہیں اور ہم آپ ﷺ کی آمد پر قیام کر رہے ہیں۔ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے نہ ہمارا قیامِ اِستقبال کا مظہر ہے۔ یہ بھی نہیں کہ جو محفلِ میلاد میں شرکت کے لیے آئے ہیں ان کے لیے قیام کرنا چاہیے۔ تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفل میلاد میں تشریف لائیں۔ روحانی اعتبار سے آپ ﷺ کے لیے ایسا کرنا ناممکن نہیں، آپ ﷺ جہاں چاہیں روحانی طور پر تشریف لے جا سکتے ہیں۔ جسمانی طور پر اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ کا جسم اقدس آپ ﷺ کے روضۂ پاک میں قبر انور کے اندر استراحت فرما رہا ہے، لیکن ملائکہ اور عالمِ اَرواح کے کسی فرد کی طرح آپ ﷺ کسی جگہ اور کسی مقام پر روحانی طور پر آ جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی خواب میں یا حالتِ بیداری میں آپ ﷺ کا دیدار کرتا ہے جیسا کہ متعدد اولیاء کرام کے بارے میں مذکور ہے تو وہ بلاشبہ آپ ﷺ ہی کی زیارت سے شادکام ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ جسمانی طور پر نظر آتے ہیں لیکن وہ الروح التمثیل یا الروح المتمثلۃ کی ایک صورت گری ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جبرئیل امین یا ملک الموت کسی کو بشری شکل میں دکھائی دے۔ اس حوالے سے کئی مثالیں قرآن و حدیث سے دی جا سکتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جسمانی صورت میں حاضر ہوئے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا○[1]

(۱) مریم، ۱۹: ۱۷

’’تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرئیل) کو بھیجا سو جبرئیل ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہواo‘‘

بَشَرًا سَوِیًّا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک مکمل جیتے جاگتے انسان کی شکل میں سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور یہ اس پیکرِ نوری کا اصل جسم نہیں بلکہ متمثل صورت تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بشری صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔(۱)

پس صحیح عقیدہ یہی ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اَطہر اُن کے روضہ پاک میں آرام فرما ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک متمثل ہو کر کہیں بھی جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبرِ اَطہر سے باہر روحانی طور پر متمثل ہو کر جہاں چاہیں تشریف نہیں لے جاسکتے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قدرتِ تام حاصل ہے کہ فرشتوں کی طرح جہاں چاہیں اپنی روح پاک کے ساتھ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ روح کے اس طرح جسمانی وجود میں نظر آنے کو **تمثل الروح** یا **تجسد الروح** سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ **سورۃ مریم** میں جبرئیل امین علیہ السلام کے باب میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر جسمانی صورت میں متمثل ہو کر کہیں بھی تشریف لے جا سکتے ہیں لیکن یہ جمہور مسلمین اور اہلِ سنت وجماعت کا کبھی عقیدہ نہیں رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسمانی وجود کے ساتھ محفل میلاد میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اس بنا پر اہلِ محفل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے قیام

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله إن الله عنده علم الساعة، ۴: ۱۷۹۳، رقم: ۴۴۹۹

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۳۷، ۳۹، رقم: ۸، ۹

کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ غلط الزام ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ شرکائے محفلِ میلاد صرف علامتی طور پر آپ ﷺ کے ذکر کے احترام میں کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ یہ قیام اس لیے بھی نہیں کیا جاتا کہ معاذ اللہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ لحہ موجود میں متولد ہورہے ہیں۔ کوئی اَحمق اور فاتر العقل شخص ہی ایسی سوچ رکھ سکتا ہے۔ محفلِ میلاد میں قیام ذکرِ حبیب ﷺ کے ادب اور ولادت پاک کو یاد کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اس قدر شانِ جمال اور عظمتِ بے مثال کی حامل ہے کہ اس کا ذکر بھی بہت فضیلت کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی تعظیم اِس اَمر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم کھڑے ہوکر آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر سلام پیش کریں، آپ ﷺ کے اَوصافِ حمیدہ کی تحسین کریں اور ذکرِ حبیب ﷺ میں نہایت درجہ اَدب و تعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائیں۔

قیامِ میلاد دراصل قیامِ فرحت و مسرت ہے

تذکارِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ ہماری محبت، چاہت اور الفت کے متقاضی ہیں۔ جب بھی آپ ﷺ کا ماہِ ولادت (ربیع الاول) آئے تو لازم ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور شکرانہ بجا لائیں کہ اس نے نوعِ انسانیت کو اتنی بڑی نعمت اور احسانِ عظیم سے نوازا۔ آپ ﷺ کے ظہور سے حق و صداقت اور ہدایت کا نور ہر طرف پھیل گیا اور کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی وساطت سے دنیا کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کا سامان کیا جو پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں وہ نورِ سرمدی چمکا جس کی ضوء پاشیوں سے ہدایت ربانی کی صبح طلوع ہوئی۔ میلاد النبی ﷺ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی خوشی منانا اور محبت اور اپنائیت سے اس کا ذکر کرنا ہم پر لازم ہے۔ یہ مہینہ اور ولادتِ مبارکہ کا دن اللہ ﷻ کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ اور دن ہے۔

وہ ساعتیں جب اِس دنیائے آب و گل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اپنے دامن میں بے اِنتہاء خوشی و مسرت اور فرحت کی دولت لے کر منصۂ عالم پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس متاعِ عظیم کی یاد میں قیام کرنا اور آپ ﷺ کی محبت میں سرشار جھوم جھوم کر میلاد پڑھنا سرورِ ایمان کا اِظہار ہے۔ جتنی احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ قیام کا جواز فراہم کرتی ہیں، مدحت و نعت کے گجرے بہ حضور سید خیر الانام ﷺ پیش کرنے کی سند ہمیں متعدد روایات سے ملتی ہے۔ یہ سارا عمل سنت قرار پاتا ہے جس کی تائید تمام ائمۂ حدیث کی روایات اور اَقوال سے ہوتی ہے۔

قیام کی اِس ساری بحث کا خلاصہ ہے کہ ہر ذات کے لیے قیام اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے جائز ہے۔ شاگرد اپنے استاد کے لیے اَدباً اور تعظیماً کھڑا ہوتا ہے، میزبان مہمان کے اِستقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہے، شیخ مرید کے لیے محبت رکھتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور بیٹا باپ کے لیے ادباً کھڑا ہوتا ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں جائز ہی نہیں جباً واجب ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اگر ان تمام ذاتوں کے لیے ادباً، تعظیماً، اِکراماً اور فرحت محسوس کرتے ہوئے کھڑا ہونا جائز ہے تو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بہ درجہ اَولیٰ جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ جب ہم آپ ﷺ کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو یہ محبت، فرحت اور خوشی کے اِظہار میں کرتے ہیں، ہم اِس گھڑی کو اپنے تصور و تخیل میں رکھتے ہوئے محبت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم ﷺ اِس دنیائے آب و گل میں تشریف لائے۔

ممانعتِ قیام کے اَسباب

جہاں تک قیام کرنے سے منع کرنے کا تعلق ہے وہ اُس شخص کے لیے ہے جو دوسروں سے اِس اَمر کی خواہش اور توقع کرے کہ اُس کے آنے پر لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ حدیث مبارکہ میں اِسی خواہش اور توقع کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس انداز کے قیام سے منع فرمایا۔ اِمام بخاری

(۱۹۴۔۲۵۶ھ)، اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اور اِمام ابو داؤد (۲۰۲۔۲۷۵ھ) نے اس مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اِمتناعِ قیام کا ذکر کیا گیا ہے اور کسی مجلس میں آنے والے کی ایسی خواہش کی مذمت کی گئی ہے۔[1] اس کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، البتہ جو لوگ کسی کی آمد کے منتظر ہوں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں کہ یہ ادب و تعظیم کا تقاضا ہے۔ اگر اس شخص کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگے کہ دوسرے اس کی آمد پر کھڑے ہو جائیں تو یہ قابلِ مذمت ہے۔ اِس رویہ سے تکبر و رعونت کا اظہار ہوتا ہے۔ اِس اِمتناعِ قیام کو اَخلاقی تربیت اور اِسلامی تعلیم کے ایک حصے کے طور پر لیا جائے تاکہ لوگوں کے اندر تواضع و انکساری پیدا ہو۔ اگر کوئی شخص مجلس میں آتا ہے اور اُس کی آمد پر لوگ کھڑے نہیں ہوتے تو اُسے ناراض اور غضب ناک نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ ایسی خواہش اور توقع اِسلامی آداب و اَخلاق کے منافی ہے۔

---

(۱) **عن معاوية رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: من سرّه أن يتمثّل له الرّجال قياما فليتبوّأ مقعده من النّار۔** ☆

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے بُت کی طرح کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار رکھے۔“

☆ ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الآداب، باب ما جاء فی کراهية قيام الرجل للرجل، ۵: ۹۰، رقم: ۲۷۵۵

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی قيام الرجل للرجل، ۴: ۳۵۸، رقم: ۵۲۲۹

۳۔ بخاری، الأدب المفرد: ۳۳۹، رقم: ۹۷۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۹۳، ۱۰۰

۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۸۲، رقم: ۴۲۰۸

۶۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۱۹: ۳۵۱، رقم: ۸۱۹

بابِ ششم

اِہتمامِ چراغاں

جشنِ میلاد النبی ﷺ کی تقریبات میں اِجتماعاتِ ذکر اور محافلِ نعت کا اِنعقاد اَدب و اِحترام اور جوش و جذبے سے کیا جاتا ہے۔ شبِ ولادت چراغاں کا اِہتمام جشنِ میلاد کا ایک اور ایمان اَفروز پہلو ہے۔ عمارتوں اور شاہراہوں کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اِنسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر علم و آگہی کے اُجالوں میں لے آئے۔ آپ ﷺ کی ذات نورِ اِلٰہی کا مظہر اَتم ہے۔ لہٰذا دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانے کے لیے بساطِ زندگی کو رنگ و نور سے سجایا جاتا ہے۔ ذہن میں سوال آ سکتا ہے کہ کیا اَوائل دورِ اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ دِقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عمل ثقہ روایات کے مطابق خود ربِ ذوالجلال کی سنت ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ آپ شبِ ولادت کی بابت فرماتی ہیں:

فما ولدته خرج منها نور أضاء له البيت الذی نحن فيه والدّار، فما شیء أنظر إليه إلا نور۔(۱)

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵: ۱۴۷، ۱۸۶، رقم: ۳۵۵، ۴۵۷

۲۔ شیبانی، الآحاد والمثانی: ۶۳۱، رقم: ۱۰۹۴

۳۔ ماوردی، أعلام النبوة: ۲۴۷

۴۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۴

۵۔ بیہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۱۱۱

’’پس جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ کے جسمِ اَطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔‘‘

٢۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یوں مروی ہے:

إنی رأیت حین ولدته أنه خرج منی نور أضاءت منه قصور بصری من أرض الشام۔[١]

۶۔ أبو نعیم، دلائل النبوة: ١٣٥، رقم: ٧٦
٧۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك، ٢: ٢۴٧
٨۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ٣: ٧٩
٩۔ ابن عساکر، السیرة النبویة، ٣: ۴٦
١٠۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ٢: ٢٦۴
١١۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ٨: ٢٢٠
١٢۔ ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف: ١٧٣
١٣۔ عسقلانی، فتح الباری، ٦: ۵٨٣

(١) ١۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ٢۴: ٢١۴، رقم: ۵۴۵
٢۔ ابن حبان، الصحیح، ١۴: ٣١٣، رقم: ٦۴٠۴
٣۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ٣١٨
۴۔ دارمی، السنن، ١: ٢٠، رقم: ١٣
۵۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ٣: ۵٦، رقم: ١٣٦٩
٦۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۴: ٣٩٧، رقم: ٢۴۴٦
٧۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ٢: ٦٧٣، رقم: ۴٢٣٠
٨۔ ہیثمی نے ’’مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (٨: ٢٢٢)‘‘ میں کہا ہے کہ اِسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اور احمد کی بیان کردہ روایت کی اسناد حسن ہیں۔

’’جب میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمینِ شام میں بصرہ کے محلات روشن ہوگئے۔‘‘

اُتر آئے ستارے قمقمے بن کر

اِنسان جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں، قمقمے جلاتے ہیں، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو ان روشن قمقموں اور چراغوں سے مزین و منور کرتے ہیں، لیکن وہ خالقِ کائنات جس کی بساط میں شرق و غرب ہے اُس نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کے میلاد پر چراغاں کروں تو نہ صرف شرق تا غرب زمین کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اِس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا

٩۔ ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: ٥١٢، رقم: ٢٠٩٣

١٠۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ١: ١٠٢

١١۔ ابن إسحاق، السیرة النبویة، ١: ٩٧، ١٠٣

١٢۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ١٦٠

١٣۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ١: ٤٥٥

١٤۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ١: ١٧١، ١٧٢

١٥۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ٣: ٤٦٦

١٦۔ ابن عساکر، السیرة النبویة، ٣: ٤٦

١٧۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ٢: ٢٧٥

١٨۔ سیوطي، کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، ١: ٧٨

١٩۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرة الأمین المامون، ١: ٨٣

٢٠۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ١: ٤٦

فرماتی ہیں:

حضرت ولادة رسول الله ﷺ فرأيت البيت حين وضع قد امتلأ نوراً، ورأيت النجوم تدنو حتى ظننت أنها ستقع عليّ۔(۱)

''جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو (میں خانہ کعبہ کے پاس تھی) میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہوگیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔''

جشنِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر مکہ مکرّمہ میں چراغاں

مکہ مکرمہ نہایت برکتوں والا شہر ہے۔ وہاں بیت اللہ بھی ہے اور مولد رسول اللہ ﷺ بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسمیں کھاتا ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے مکی ہونا ایک اعزاز ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اہلِ مکہ ہمیشہ جشن مناتے اور چراغاں کا خاص اہتمام کرتے۔ ائمہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند روایات

(۱) ۱۔ سہیلی، الروض الأنف فی تفسیر السیرة النبویة لابن ہشام، ۱: ۲۷۸، ۲۷۹
۲۔ ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، ۱: ۴۵۹
۳۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۴
۴۔ أبو نعیم، دلائل النبوة: ۱۳۵، رقم: ۷۶
۵۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۱۱۱
۶۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم، ۲: ۲۴۷
۷۔ ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف: ۱۷۳
۸۔ سیوطی، کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، ۱: ۴۰
۹۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرة الأمین المامون، ۱: ۹۴
۱۰۔ نبہانی، الأنوار المحمدیة من المواہب اللدنیة: ۲۵

درج ذیل ہیں:

اِمام محمد جار اللہ بن ظہیرہ حنفی (م ۹۸۶ھ) اہلِ مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثانى عشر من ربيع الأول فى كل عام أن قاضى مكة الشافعى يتهيّأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب فى جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وأكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوى البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضى الشافعى بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بأزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعى لمن ذكر آنفاً بحضور القضاة وأكثر الفقهاء. ثم يصلّون العشاء وينصرفون، ولم أقف على أول من سن ذالک، سألت مؤرخى العصر فلم أجد عندهم علماً بذلک۔(۱)

’’ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہلِ مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ - جو کہ شافعی ہیں - مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ

(۱) ابن ظهيرة، الجامع اللطيف فى فضل مكة وأهلها وبناء البيت الشريف: ۲۰۱، ۲۰۲

دینے کے بعد بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں اور صفائی کرنے والوں کے قبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہاء اور قضاۃ کی موجودگی میں دعا کا کہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرّخین سے پوچھنے کے باوُجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔"

علامہ قطب الدین حنفی (م ۹۸۸ھ) نے کتاب الإعلام بأعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکۃ المشرفۃ میں اہلِ مکہ کی محافلِ میلاد کی بابت تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

يزار مولد النبی ﷺ المکانی فی الليلة الثانية عشر من شهر ربيع الأول فی کل عام، فيجتمع الفقهاء والأعيان علی نظام المسجد الحرام والقضاة الأربعة بمکة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الکثيرة والمفرغات والفوانيس والمشاغل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالأعلام الکثيرة ويخرجون من المسجد إلی سوق الليل ويمشون فيه إلی محل المولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة، ثم يعودون إلی المسجد الحرام ويجلسون صفوفاً فی وسط المسجد من جهة الباب الشريف خلف مقام الشافعية ويقف رئيس زمزم بين يدی ناظر الحرم الشريف والقضاة ويدعو

للسلطان ویلبسه الناظر خلعة ویلبس شیخ الفراشین خلعة. ثم یؤذّن للعشاء ویصلی الناس علی عادتهم، ثم یمشی الفقهاء مع ناظر الحرم إلی الباب الذی یخرج منه من المسجد، ثم یتفرّقون. وهذه من أعظم مواکب ناظر الحرم الشریف بمکة المشرفة ویأتی الناس من البدو والحضر وأهل جدة، وسکان الأودیة فی تلک اللیلة ویفرحون بها۔[1]

’’ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔ (تمام علاقوں سے) فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنتِ شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رُخ کرکے مقامِ شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زَم زَم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعد ازاں قاضی بادشاہِ وقت کو بلاتے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صفائی کرنے والوں کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے اور اپنے اپنے

(۱) قطب الدین، کتاب الإعلام بأعلام بیت الله الحرام فی تاریخ مکة المشرفة: ۳۵۵، ۳۵۶

گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اِظہار کرتے تھے۔‘‘

اِس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ خوشی کے موقع پر چراغاں کرنا سنتِ اِلٰہیہ ہے۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے یومِ میلاد سے بڑھ کر خوشی کا موقع کون سا ہوسکتا ہے! لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بحث و نزاع میں پڑنے کی بجائے سنتِ اِلٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے اہالیانِ مکہ کے طریق پر جشنِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حسبِ اِستطاعت چراغاں کا اِہتمام کریں۔

باب ہفتم

ضیافتِ میلاد

محافلِ میلاد النبی ﷺ میں ہر خاص و عام کے لیے ماکولات و مشروبات کا اِنتظام کیا جاتا ہے، اَنواع و اَقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، مٹھائی اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ کھانا کھلانا شرعاً مقبول عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اور قرآن و حدیث میں اِس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

ا۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت

ا۔ کھانا کھلانے کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○[1]

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اُس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں ○ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہش مند) ہیں ○‘‘

۲۔ مناسکِ حج میں سے ایک قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ذبیحہ کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○[2]

---

(۱) الدہر، ۷۶: ۸، ۹

(۲) الحج، ۲۲: ۲۸

’’پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤo‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔(۱)

’’تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو بھی کھلاؤ۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ۔(۲)

’’اے ایمان والو! نبیٔ (مکرّم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اُس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔‘‘

اِن آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینا اور اپنے دوست اَحباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور حکم خداوندی ہے۔

(۱) الحج، ۲۲: ۳۶
(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۳

۲۔ اَحادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب

حضور نبی اکرم ﷺ نے کئی مواقع پر غرباء و مساکین اور رشتہ داروں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے۔ اس حوالے سے چند اَحادیث مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی شخص نے سوال کیا: بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعم الطعام وتقرأ السّلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔[1]

"تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اُس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔"

۲۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اَوّل کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، ۱: ۱۳، رقم: ۱۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إفشاء السّلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإستئذان، باب السّلام للمعرفة وغیرالمعرفة، ۵: ۲۳۰۲، رقم: ۵۸۸۲

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب تفاضل الإیمان، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹

۵۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی إفشاء السّلام، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۱۹۴

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان، باب أیّ الإسلام خیر، ۸: ۱۰۷، رقم: ۵۰۰۰

۷۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳

يأيها الناس! أفشوا السّلام، وأطعموا الطّعام، وصلّوا والنّاس نيام تدخلون الجنّة بسلام۔(۱)

''اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أعبدوا الرحمن، وأطعموا الطّعام، وأفشوا السّلام، تدخلوا الجنّة بسلام۔(۲)

''تم رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ۴: ۶۵۲، رقم: ۲۴۸۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب فی قیام اللیل، ۱: ۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۱

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۱، رقم: ۲۳۸۳۵

۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی فضل إطعام الطعام، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۰، رقم: ۶۵۸۷

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۰۸۱

۴۔ بزار، البحر الزخار (المسند)، ۶: ۳۸۳، رقم: ۲۴۰۲

۵۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۸۱

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے کا شکوہ کیا اور اسے اِسراف قرار دیا، تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیا:

خيارکم من أطعم الطّعام، وردّ السّلام۔(۱)

’’تم میں سے بہترین وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔‘‘

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من أطعم أخاه خبزاً حتی يشبعه، وسقاه ماء حتی يرويه، بعّده اللہ عن النار سبع خنادق بُعد ما بين خندقين مسيرة خمسمائة سنة۔(۲)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۶، رقم: ۲۳۹۷۱، ۲۳۹۷۴
۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۶۶، ۱۶۷، رقم: ۷۱۰۵
۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۳۱۰، رقم: ۷۷۳۹
۴۔ بيہقی، شعب الإيمان، ۶: ۴۷۸، رقم: ۸۹۷۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۱۴۴، رقم: ۷۱۷۲
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۲۰، رقم: ۶۵۱۸
۳۔ بيہقی، شعب الإيمان، ۳: ۲۱۸، رقم: ۳۳۶۸
۴۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۵۷۶، رقم: ۵۸۰۷
۵۔ منذری، الترغيب والترہيب من الحديث الشريف، ۲: ۳۶، رقم: ۱۴۰۳
۶۔ ہيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۳: ۱۳۰

’’جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کر دے گا، اور دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔‘‘

اِن تمام اَحادیث سے یہ نتیجہ اَخذ ہوا کہ اپنے بیگانے کی تمیز کے بغیر کسی کو بھی کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہٰذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اِس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی اُس موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا کتنے اَجر کا باعث ہوگا۔

باب ہشتم

عید میلاد النبی ﷺ کے دن درود و سلام سے مہکی ہوئی فضا میں جلوس نکالنا بھی تقریباتِ میلاد کا ضروری حصہ بن چکا ہے۔ رسولِ عربی ﷺ کے غلاموں کا یہ عمل بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی جلوس نکالے جاتے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوتے۔ درج ذیل احادیث سے جلوس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

کتب سیر و اَحادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اُن دنوں جب حضور ﷺ کی آمد کسی روز بھی متوقع تھی مدینہ منورہ کے مرد و زن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں دیدہ و دل فرشِ راہ کیے آپ ﷺ کے اِستقبال کے لیے مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر قباء کے مقام پر جمع ہو جاتے۔ جب ایک روز سرورِ کونین ﷺ نے ہجرت کی مسافتیں طے کرتے ہوئے نزولِ اِجلال فرمایا تو اس دن اہلِ مدینہ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس دن ہر فرد فرطِ مسرت میں گھر سے باہر نکل آیا اور شہرِ مدینہ کے گلی کوچوں میں ایک جلوس کا سا سماں نظر آنے لگا۔''

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

فصعد الرجال و النساء فوق البیوت، وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق، ینادون: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد!

یا رسول اللہ!(۱)

''مرد و زن گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بہ آواز بلند کہہ رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!''

اپنے آقا ﷺ کی سواری دیکھ کر جاں نثاروں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہوگیا۔ اِمام رویانی کے مطابق اہالیانِ مدینہ جلوس کی شکل میں یہ نعرہ لگا رہے تھے:

جاء محمد رسول اللہ ﷺ۔(۲)

''اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔''

معصوم بچیاں اور اَوس و خزرج کی عفت شعار دوشیزائیں دف بجا کر دل و جان سے محبوب ترین اور عزیز ترین مہمان کو اِن اَشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، باب فی حدیث الهجرة، ۴: ۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۸۹، رقم: ۶۸۹۷

۳۔ أبویعلی، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۱۶

۴۔ مروزی، مسند أبی بکر: ۱۲۹، رقم: ۶۵

(۲) رویانی، مسند الصحابة، ۱: ۱۳۸، رقم: ۳۲۹

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱

۲۔ ابن عبد البر، التمهید لما فی الموطا من المعانی والأسانید، ۱۴: ۸۲

۳۔ أبو عبید اندلسی، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۴: ۱۳۷۳ ـــــ

(ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔)

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ محفلِ میلاد النبی ﷺ کے اَجزائے تشکیلی سے واضح ہوگیا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ منانے کے یہی طریقے جائز اور مسلمہ ہیں۔ دنیا بھر میں اِسلامی معاشرے اِنہی طریقوں سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک عمل بھی ایسا نہیں جس کی اَصل عہد نبوی ﷺ اور دورِ صحابہ میں موجود نہ ہو یا قرآن وسنت سے متصادم ہو۔ جس طرح یہ اَجزاء الگ الگ طور پر جائز بلکہ مسلمہ ہیں اُسی طرح مجموعی طور بھی محفلِ میلاد النبی ﷺ کی صورت میں اِن کو شرعی جواز حاصل ہے۔

میلاد کی تقریبات کے سلسلے میں انتظام و انصرام اور ہر وہ کام انجام دینا جو خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے ہو شرعی طور پر مطلقاً جائز ہے۔ اس طرح محفلِ میلاد روحانی طور پر ایک قابلِ تحسین، قابلِ قبول اور پسندیدہ عمل ہے۔ ایسی مستحسن اور مبارک محافل کے بارے میں جواز رعدمِ جواز کا سوال اٹھانا یقیناً حقائق سے لاعلمی، ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

۴۔ محب طبری، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ۱: ۴۸۰
۵۔ بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، ۲: ۵۰۷
۶۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۲: ۵۸۳
۷۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۳: ۶۲۰
۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۶۱
۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۲۹
۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ۱: ۶۳۴
۱۱۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ۴: ۱۰۰، ۱۰۱
۱۲۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۳۲۳

بابِ نہم

قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں جمہور ائمہ و علماء اِس بات پر متفق ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے میلاد کا جشن منانا شرعاً جائز بلکہ مستحب ہے اور بے اِنتہاء فضائل و برکات اور خیر و بھلائی کا موجب ہے۔ لہٰذا ایک بندۂ مومن کو حتی المقدور برکتوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ کتاب کے اِس آخری باب میں ہم جشنِ میلاد النبی ﷺ کے حوالہ سے چند اِعتقادی اُمور زیر بحث لائیں گے تاکہ اِس موضوع پر اُٹھائے جانے والے اُن بعض اِعتراضات کا قلع قمع ہو جو ناقدین کی طرف سے اِس مباح اور مستحسن اَمر پر کیے جاتے ہیں۔

ا۔ میلاد النبی ﷺ کی اِصطلاح کا اِستعمال

لفظِ میلاد کی اَصل (origin) کے بارے میں بعض ناقدین کی طرف سے سوال اٹھایا جاتا ہے کہ عالم عرب میں اس کی جگہ مولد کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور میلاد ایسا لفظ ہے جو صرف برصغیر پاک و ہند میں مستعمل ہے۔ یہ ایک غلط تصور ہے۔ دراصل اُردو ایک لشکری زبان ہے جس کے ذخیرۂ اَلفاظ میں عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ اُردو میں ولد، والد، والدہ، مولود، میلاد اور متولد تمام عربی الاصل الفاظ ہیں۔ اِسی طرح عربی اور فارسی کے بے شمار الفاظ ہیں جنہیں اُردو نے کثرتِ اِستعمال سے اپنے اندر سمو لیا ہے اور وہ اُردو زبان و محاورہ کا حصہ بن چکے ہیں۔ عربی کتب میں مولد کا لفظ کثرت سے متداول ہے، اِسی طرح اردو کتبِ سیرت میں میلاد النبی ﷺ کثیر الاستعمال لفظ بن گیا ہے۔ میلاد عربی لفظ ہے جسے ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)، طبری (۲۲۴۔۳۱۰ھ)، ابن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ)، سیوطی (۸۴۹۔۹۱۱ھ) اور عسقلانی

(۷۷۳۔۸۵۲ھ) سمیت متعدد مفسرین، محدّثین، مؤرّخین اور اَصحابِ سیر نے اِستعمال کیا ہے۔

(۱) کتبِ لغت میں لفظِ میلاد کا اِستعمال

اَئمہ لغت نے لفظ میلاد اپنی کتب میں استعمال کیا ہے۔

۱۔ ابن منظور افریقی (۶۳۰۔۷۱۱ھ) اور عبد القادر رازی حنفی (۶۶۰ھ کے بعد فوت ہوئے)، مرتضی زبیدی (۱۱۴۵۔۱۲۰۵ھ) اور علامہ جوہری فرماتے ہیں:

وميلاد الرجل: اسم الوقت الذی وُلِدَ فيه۔[1]

''اور اِنسان کا میلاد اُس وقت کا نام ہے جس میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔''

۲۔ لغت کی معروف کتب ''المعجم الوسيط (۲: ۱۰۵۶)'' اور ''تاج العروس من جواهر القاموس (۵: ۳۲۷)'' میں ہے:

الميلاد: وقت الولادة.

''میلاد سے مراد وقتِ ولادت ہے۔''

(۲) کتبِ اَحادیث و سیر میں لفظِ میلاد کا اِستعمال

اَحادیث و آثار کے متن میں بھی لفظِ میلاد اِستعمال ہوا ہے۔ اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) نے الجامع الصحیح میں کتاب المناقب کا دوسرا باب ہی ''ما جاء فی میلاد النبی ﷺ'' قائم کیا ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ لفظِ میلاد ہندی

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳: ۴۶۸
۲۔ رازی، مختار الصحاح: ۴۲۲
۳۔ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۵: ۳۲۷
۴۔ جوہری، الصحاح فی اللغة والعلوم، ۲: ۷۱۳

الاصل ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں:

سأل عثمان بن عفان رضی الله عنه قباث بن أُشَيِمِ أخا بنی يعمر بن ليث: أأنت أكبر أم رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم؟ فقال: رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم أكبر منی، وأنا أقدم منه فی الميلاد۔(۱)

’’حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قباث بن اُشیم سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ تو اُنہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں، اور میں میلاد (پیدائش) میں اُن سے پہلے ہوں۔‘‘

حضرت قباث بن اُشیم رضی اللہ عنہ کا قول۔ ’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا تھا‘‘ ۔ حسنِ اَدب اور معراجِ اِحترام کی زُہرہ صفت مثال ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرتِ مدینہ کے دوران نہاں خانۂ غارِ ثور میں قیام فرما ہوئے درآں حالیکہ قریشِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

وطلبت قريش رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم أشد الطلب حتی انتهوا إلی باب الغار، فقال بعضهم: إن عليه العنكبوت قبل ميلاد محمد صلی الله عليه وآله وسلم

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۹، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۳۶۱۹
۲۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۴۰۷، رقم: ۵۶۶
۳۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۳
۴۔ بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۷۷
۵۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۲: ۲۱۶، ۲۱۷

فانصرفوا۔[(۱)]

''قریش نے رسول اللہ ﷺ کو بہت تلاش کیا یہاں تک کہ تلاش کرتے کرتے غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ پس اُن میں سے بعض نے کہا: اِس کے منہ پر تو محمد (ﷺ) کے میلاد سے بھی پہلے کا مکڑی کا بنا ہوا جالا ہے۔ پس (یہ دیکھ کر) وہ لوٹ گئے۔''

اِسی موضوع کی ایک روایت میں درج ذیل اَلفاظ ہیں:

فلما انتهوا إلى فم الغار، قال قائل منهم: ادخلو الغار. فقال أمية بن خلف: وما أربكم أی حاجتكم إلى الغار؟ أن عليه لعنكبوتًا كان قبل ميلاد محمد ﷺ۔[(۲)]

''جب قریشِ مکہ غار کے دہانہ پر پہنچے تو اُن میں سے کسی نے کہا: غار میں داخل ہو جاؤ۔ اِس پر اُمیہ بن خلف نے کہا: تم غار میں جا کر کیا کرو گے؟ اِس کے منہ پر تو محمد (ﷺ) کے میلاد سے قبل کا مکڑی کا جالہ لگا ہوا ہے۔''

ابن عون فرماتے ہیں:

قُتل عمارٌ، رحمه الله، وهو ابن إحدى وتسعين سنة، وكان أقدم فی الميلاد من رسول الله ﷺ۔[(۳)]

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۲۸
۲۔ سیوطی، کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، ۱: ۳۰۵

(۲) ۱۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرة الأمین المامون، ۲: ۲۰۹
۲۔ کلاعی، الإکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ ﷺ، ۱: ۳۳۹
۳۔ سیوطی، کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، ۱: ۳۰۶

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۲۵۹
۲۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۴۳: ۴۷۱
۳۔ مزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، ۲۱: ۲۲۴

’’حضرت عمار رضی اللہ عنہ ۹۱ سال کی عمر میں شہید کیے گئے اور وہ میلاد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تھے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) زمانۂ جاہلیت کے ’’محمد‘‘ نامی لوگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ’’محمد بن مسلمہ‘‘ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو غلط فأنه ولد بعد ميلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمدة، ففضل له خمسة، وقد خلص لنا خمسة عشر۔[۱]

’’اور یہ درست نہیں ہے کیوں کہ ان کی پیدائش حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کے مدت بعد ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ ناموں کے ذریعے فضیلت دی گئی اور ہمیں پندرہ سے نجات دے دی گئی۔‘‘

حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان بين موسى بن عمران وعيسى بن مريم ألف سنة وتسعمائة سنة ولم تكن بينهما فَترة، وإنه أرسل بينهما ألف نبی من بنی إسرائيل سوى من أرسل من غيرهم، وكان بين ميلاد عيسٰى والنبی عليه الصلاة والسلام، خمسمائة سنة وتسع وستون سنة۔[۲]

’’حضرت موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان ۱۹۰۰ سال کا عرصہ ہے اور اُن دونوں کے درمیان زمانہ فترت (جس میں وحی کا سلسلہ

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۵۷
(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۵۳
۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۱: ۴۹۵
۳۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۶: ۱۲۲

موقوف ہو جاتا ہے) نہیں گزرا۔ اُن دونوں کے اِس عرصہ نبوت کے درمیان بنی اسرائیل میں ہی ایک ہزار نبی بھیجے گئے، اُن کے علاوہ بھیجے جانے والے علیحدہ ہیں۔ میلادِ عیسیٰ اور حضور ﷺ (کی بعثت) کا درمیانی عرصہ ۵۶۹ سال بنتا ہیں۔‘‘

مذکورہ روایات واضح کرتی ہیں کہ ثقہ رُواۃ اور اَجل ائمہ و محدثین نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بیان کے لیے لفظِ میلاد اِستعمال کیا ہے، اور یہ لفظ قطعاً برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کی اِیجاد نہیں ہے۔

(۳) تصانیف میں لفظِ میلاد کا اِستعمال

کبار اور مستند مصنفین نے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے موضوع پر کتب لکھیں، جیسا کہ ہم نے گزشتہ اَبواب میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتب کے ناموں میں لفظِ میلاد اِستعمال کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ’’کشف الظنون عن أسامی الکتب و الفنون‘‘ میں ایک کتاب کا نام یوں بیان کیا ہے:

’’درج الدرر فی میلاد سید البشر‘‘ للسید اصیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن الحسینی الشیرازی المتوفی سنة ۸۸۴ أربع وثمانین وثمانمائة۔(۱)

’’درج الدرر فی میلاد سید البشر‘‘ کتاب اصیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حسینی شیرازی کی تصنیف ہے، جن کا سنِ وِصال ۸۸۴ھ ہے۔‘‘

علامہ ابن جوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے میلاد النبی ﷺ پر دو مستقل کتب لکھی ہیں، جن میں سے ایک کا عنوان ’’بیان المیلاد النبوي ﷺ‘‘ ہے۔

(۱) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، ۱: ۷۴۵

اِس تفصیل سے ہر صاحبِ علم اور صاحبِ رائے شخص کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ لفظِ میلاد کی اصل برصغیر پاک و ہند کی اِختراع نہیں بلکہ عربی لغت کا لفظ ہے جس کا اِستعمال عالمِ عرب میں قدیم تاریخی دور سے ثابت ہے۔ اِس کے خلاف جو باتیں کی جاتی ہیں وہ ایک مخصوص ذہنی کیفیت کی غماز ہیں، حالاں کہ مصطلحاتِ دینی کے اِستعمال میں عرب دنیا اور غیرِ عرب دنیا میں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں اَئمہ حدیث کا اُسلوب

اِمام مسلم (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ)، اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اور دیگر اَئمہ حدیث کا یہ اُسلوب ہے کہ مناقب و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ کے باب میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مضمون بالالتزام بیان کرتے ہیں۔ اَئمہ کرام حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر فی نفسہٖ گفتگو کرنے کی بجائے آپ ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے میلاد شریف، یومِ ولادت، نسبِ عالی اور ان سب چیزوں کا حوالہ دیتے ہیں جو براہِ راست آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس سے متعلق ہیں۔

اِمام مسلم (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ) نے اپنی ''الصحیح'' کی کتاب الفضائل اور اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) اپنی ''الجامع الصحیح'' کی کتاب المناقب کے آغاز میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ اصطفی من ولد إبراھیم إسماعیل، واصطفی من ولد إسماعیل بنی کنانۃ، واصطفی من بنی کنانۃ قریشاً، واصطفی من قریش بنی ھاشم، واصطفانی من بنی ھاشم۔(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبي ﷺ، ۵: ۵۸۳، رقم: ۳۶۰۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي ﷺ ——

’’بے شک ربِ کائنات نے اِبراہیم (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے اِسماعیل (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، اور اِسماعیل (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اَولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ اِنتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔‘‘

اِس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنا پورا سلسلۂ نسب بیان فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے إصطفی کا لفظ اس لیے بیان کیا کہ صاحبِ نسب، مصطفیٰ ﷺ (چُنے ہوئے) ہیں اور پورے نسبی سلسلہ کو یہ صفاتی لقب دیا گیا ہے۔

اِمام مسلم (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ) اپنی ’’الصحیح‘‘ کی کتاب الفضائل اور اِمام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ) نے اپنی ’’الجامع الصحیح‘‘ کی کتاب المناقب کے آغاز میں آپ ﷺ کی سیرت و اَخلاق کو موضوع نہیں بنایا اور نہ آپ ﷺ کی تعلیمات و اَقدار بیان کی ہیں، بلکہ سارا کا سارا باب بیانِ میلاد کے لیے وقف کیا ہے۔ اِمام ترمذی نے کتاب المناقب کے پہلے باب فضل النبي ﷺ کی حدیث نمبر ۲ میں دوبارہ اِسی مضمون کو لیا ہے۔ حدیث نمبر ۳ اور حدیث نمبر ۴ میں بھی یہی مضمون ہے۔ دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ پانچویں حدیث میں امام ترمذی نے ولادت سے قبل تخلیقِ مصطفیٰ ﷺ کا مرحلہ بیان کیا ہے جس میں تخلیقِ آدم علیہ السلام کا حوالہ ہے، جہاں سے اَولادِ آدم علیہ السلام کے سلسلۂ پیدائش کا آغاز ہوا۔ اِس حدیث کی اِبتدا یوں ہوتی ہے:

...... وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۰۷

۴۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱

۵۔ ابو يعلی، المسند، ۱۳: ۴۶۹، ۴۷۲، رقم: ۷۴۸۵، ۷۴۸۷

۶۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۲۲:۶۶، رقم: ۱۶۱

۷۔ بيهقی، السنن الکبری، ۶:۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲

۸۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! متی وجبت لک النبوۃ؟

’’یا رسول اللہ! آپ کو شرفِ نبوت سے کب نوازا گیا؟‘‘

یہ ایک معمول سے ہٹا ہوا سوال تھا کیوں کہ صحابہ میں سے کون نہیں جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِعلانِ نبوت چالیس سال کی عمر میں فرمایا جب غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ یہ سب اُن کے علم میں تھا اور کسی کو اِعلانِ نبوت کے زمانہ اور وقت کے بارے میں کوئی شک و شبہ اور مغالطہ بھی نہیں تھا۔ تو پھر اس سوال کی کیا ضرورت لاحق ہوئی کہ پوچھنے لگے: ’’متی وجبت لک النبوۃ (آپ کو شرفِ نبوت سے کب نوازا گیا)؟‘‘ جب یہ بات واضح تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جواباً یہ نہیں فرمایا:

ألم تعلموا؟

’’کیا تم یہ نہیں جانتے؟‘‘

اِس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعثت اور عطاءِ نبوت میں فرق سمجھتے تھے اور اِس سے بخوبی آشنا تھے۔ اِسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں فرمایا:

و آدم بین الروح والجسد۔(۱)

’’(میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم کی تخلیق ابھی رُوح اور جسم کے مرحلے میں تھی۔‘‘

---

(۱) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۰۹

اِس حدیث سے مراد ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اُس وقت بھی نبی تھے جب روح اور جسم سے مرکب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا تھا۔ اور ہم نے یہاں اِس حدیث شریف کو اِسی لیے بیان کیا ہے کہ اِس میں میلاد کا مضمون بیان ہوا ہے نہ کہ سیرت کا۔ اِمام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب المناقب میں نقل کیا ہے کیوں کہ اِس میں کوئی اَحکامِ حلّت و حُرمت، اَخلاقیات، اَقدار وغیرہ سے بحث نہیں بلکہ میلاد کا بیان ہے۔

امام ترمذی کی ''الجامع الصحیح'' میں کتاب المناقب کا پہلا باب فضل النبی ﷺ ہے، جب کہ دوسرا باب ما جاء فی میلاد النبی ﷺ ہے۔ اگر بعض لوگ نبوت و سیرت کے لاحقہ کا ذکر کریں تو اِس کا سابقہ میلاد ہے جس کی وقوع پذیری پہلے ہوئی اور نبوت وسیرت کا ظہور اِس کے بعد ہوا۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ولادت سے پہلے ہی بعثت ہو جائے؟ اَمرِ واقع ہے کہ ولادت پہلے ہوئی اور اِعلانِ نبوت بعد میں ہوا۔ پس اگر کوئی میلاد منائے تو وہ رسولِ معظم ﷺ کی ذات سے روحانی طور پر والہانہ وابستگی اختیار کرتا ہے، پھر اس کے قلب کو وہ حالت نصیب ہوتی ہے جس میں وہ نورِ نبوت کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ امام ترمذی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی فضیلت اور برتری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ترتیب کو مقدم رکھا ہے اور آپ ﷺ کی سیرت و اَخلاق کی تبلیغ کرتے وقت آپ ﷺ کے اَعلیٰ و اَرفع مقام و منصب کا ذکر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے بعض کوتاہ فہم لوگ کہیں کہ اس فضیلت و برتری کے بیان کا کیا جواز ہے، کیوں نہ آپ ﷺ کے سیرت و کردار اور اَخلاق کی تبلیغ کی جائے۔ ایسا کہنے والوں کو اِمام ترمذی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اِمام مسلم، ترمذی و دیگر ائمہ علم کا ذریعہ اور ماخذ ہیں۔ مناقب میں وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی فضیلت و برتری سے آغاز کرتے ہیں، پھر میلاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

میلاد کے بعد جامع الترمذی کی کتاب المناقب کا تیسرا باب ہے: ما جاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ۔ یہ ایک تاریخی، عقلی اور منطقی ترتیب ہے جس میں میلاد کا ذکر

پہلے اور نبوت کا بعد میں آتا ہے۔ پھر چوتھے باب کا آغاز اِمام ترمذی بعثتِ نبوی ﷺ سے کرتے ہیں۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ چوتھے باب میں ان کا موضوع حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہے اور اِس کا اِعلان اُس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی حالاں کہ آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی نبوت عطا ہو چکی تھی۔ اِس کا بیان یہاں بڑی وضاحت سے کر دیا گیا ہے کہ نبوت عطا ہونا اور اِس کا اِعلان ہونا یکسر دو مختلف چیزیں ہیں اور بعض علماء کج فہمی کی بناء پر اِن دونوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔

اِمام ترمذی کی اِس ترتیب سے اَئمہ حدیث اور اَصحابِ صحاحِ ستہ کا عقیدہ سمجھ میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ پانچویں باب - في آيات إثبات نبوة النبي ﷺ - کا آغاز ہی حضور ﷺ کی ذات پر سلام سے کرتے ہیں۔ وادیٔ مکہ میں ایک پتھر پر سے جب آپ ﷺ کا گزر ہوتا تو وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا کرتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن بمكة حجرا كان يسلم عليّ ليالي بُعثتُ إني لأعرفه الآن۔[1]

”بے شک مکہ میں ایک پتھر تھا، (جب) مجھے مبعوث کیا گیا تو وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ بے شک میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔“

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

كنت مع النبي ﷺ بمكة، فخرجنا في بعض نواحيها فما

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی آيات إثبات نبوة النبي ﷺ، ۵: ۵۹۲، رقم: ۳۶۲۴

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۵۹، رقم: ۷۴۶۹

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۰، رقم: ۱۹۰۷

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۹۱، رقم: ۲۰۱۲

استقبله جبل ولا شجر إلا وهو يقول: السلام عليک يا رسول الله۔[1]

''میں مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہم راہ تھا، پس ہم بیرونی مضافات سے گزرے تو جس درخت اور پتھر سے ہمارا گزر ہوتا وہ السلام علیک یا رسول اللہ کی صدا ضرور بلند کرتا۔''

یہ وہی سلام ہے جو ہم محافلِ میلاد میں پڑھتے ہیں۔ اَفسوس! شجر و حجر تو تاجدارِ کائنات ﷺ پر سلام پڑھ رہے ہیں لیکن آج کے بعض نام نہاد مُوحد، شدت پسند اور بدعتی اِسے کفر و شرک گردانتے ہیں۔ حالاں کہ حدیث شریف کی اَصح کتب جیسے جامع الترمذی اور الصحیح لمسلم کی اِبتدا اِس طرح ہوئی ہے، اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق ہے امام مسلم اور امام بخاری اِسی عقیدہ کے حامل ہیں۔ فضائل و مناقب کے مختلف اَبواب حضور ﷺ کے شرف و فضیلت پر وقف ہیں۔ ان میں مولد النبی ﷺ کے باب بھی ہیں اور میلاد النبی ﷺ کی اِصطلاح اِمام ترمذی نے بیان کی ہے۔

۳۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ سیرت و تاریخ کا اُسلوب

محدثین کے علاوہ سیرت و تاریخ نگاروں نے بھی یہی اُسلوب اپنایا ہے۔ اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اَحوال کے بیان میں آپ ﷺ کے نسب پاک اور میلاد و مولد کے اَبواب بالالتزام باندھے ہیں۔

۱۔ سیرت طیبہ کی سب سے پہلی اور بنیادی کتاب - السیرۃ النبویۃ - کے مؤلف

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی آیات إثبات نبوۃ النبی ﷺ، ۵: ۵۹۳، رقم: ۳۶۲۶
۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۶۷۷، رقم: ۴۲۳۸
۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارۃ، ۲: ۱۳۴، رقم: ۵۰۲

ابن اِسحاق (۸۰۔۱۵۱ھ) نے کتاب کا آغاز ہی آپ ﷺ کے نسب اور میلاد کے بیان سے کیا ہے۔ اُنہوں نے درج ذیل دو اَبواب قائم کیے ہیں:

(۱) ذکر سرد النسب الزکی من محمد ﷺ إلی آدم علیہ السلام

(۲) مولد رسول اللہ ﷺ[(۱)]

۲۔ ابن ہشام (م۲۱۳ھ) نے السیرۃ النبویۃ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب ومیلاد کی فصول درج ذیل ترتیب کے مطابق قائم کی ہیں:

(۱) ذکر سرد النسب الزکی من محمد ﷺ إلی آدم علیہ السلام

(۲) ولادۃ رسول اللہ ﷺ ورضاعتہ[(۲)]

۳۔ نام وَر سیرت نگار ابن سعد (۱۶۸۔۲۳۰ھ) نے ’’الطبقات الکبری (۱: ۲۰، ۲۵، ۱۰۰)‘‘ کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نسبِ پاک اور ولادت باسعادت کے اَبواب بالتفصیل قائم کیے ہیں۔

۴۔ اِمام محمد خرکوشی نیشاپوری (م ۴۰۶ھ) نے ’’کتاب شرف المصطفی ﷺ‘‘ کی پہلی جلد میں جماع أبواب ظھورہ ﷺ ومولدہ الشریف کے عنوان سے میلاد شریف کی بابت کئی اَبواب قائم کیے ہیں۔

۵۔ ابونعیم اَصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ) نے ’’دلائل النبوۃ (۱: ۱۴۔۱۸)‘‘ میں ایک فصل کا عنوان ذکر فضیلتہ بطیب مولدہ وحسبہ ونسبہ رکھا ہے۔

۶۔ معروف محدّث و سیرت نگار اِمام بیہقی (۳۸۴۔۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ (۱: ۷۱)‘‘ میں جماع أبواب مولد النبی ﷺ کے عنوان سے میلاد شریف کی بابت کئی فصول قائم کی ہیں۔

(۱) ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ: ۱۷، ۹۹

(۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: ۲۳، ۱۵۳

۷۔ اِمام مقریزی (۷۶۹۔۸۴۵ھ) نے ''إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع'' میں کئی مقامات پر حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے متعلق فصول قائم کی ہیں۔

۸۔ علامہ قسطلانی (۸۵۱۔۹۲۳ھ) نے ''المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ'' کے المقصد الأول میں میلاد شریف کی اَبحاث بالتفصیل بیان کی ہیں۔

۹۔ یوسف صالحی شامی (م۹۴۲ھ) نے ''سبل الھدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ (۱: ۳۲۵۔۳۷۴)'' میں جماع أبواب مولدہ الشریف ﷺ کے عنوان سے میلا دشریف کی بابت کئی فصول قائم کی ہیں۔

۱۰۔ خلیفہ بن خیاط (۱۶۰۔۲۴۰ھ) نے ''التاریخ'' میں مولد رسول اللہ ﷺ ووفاتہ کا عنوان قائم کیا ہے۔

۱۱۔ اِمام طبری (۲۲۴۔۳۱۰ھ) نے ''تاریخ الأمم والملوک'' حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک اور میلاد کا بیان بالتفصیل کیا ہے۔

۱۲۔ ابن عساکر (۴۹۹۔۵۷۱ھ) نے ''تاریخ دمشق الکبیر (۳: ۲۹، ۳۹)'' میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور میلاد شریف بیان کیا ہے۔

۱۳۔ اِمام ابن جوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے ''المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم'' کی پہلی جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے آباء و اَجداد اور ولادت باسعادت بالتفصیل بیان کی ہے۔

۱۴۔ اِمام ابن اثیر جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ) نے ''الکامل فی التاریخ'' کی دوسری جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور ولادت کا بیان بالتفصیل کیا ہے۔

۱۵۔ اِمام ذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ) نے ''تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام'' کی السیرۃ النبویۃ کے بیان پر مشتمل جلد میں مولدہ المبارک کا عنوان

قائم کیا ہے۔

۱۶۔ ابن الوردی (م ۷۴۹ھ) نے اپنی تاریخ ۔ ’’تتمۃ المختصر فی أخبار البشر‘‘ ۔ کی پہلی جلد میں مولد النبی ﷺ وشرف نسبہ الطاھر کا عنوان باندھا ہے۔

۱۷۔ اِمام ابن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ) نے ’’البدایۃ والنھایۃ‘‘ کی دوسری جلد میں مولد سے متعلق کئی فصول قائم کی ہیں۔

۱۸۔ شیخ حسین دیاربکری (م ۹۶۶ھ) نے ’’تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس‘‘ کی پہلی جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے میلاد شریف کے واقعات بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے اَجل سیرت و تاریخ نگار ائمہ کا اسلوب واضح ہوتا ہے کہ ان سب نے اپنی کتب کے آغاز میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت و واقعات، حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور آپ ﷺ کے میلاد شریف سے متعلق معلومات بڑی تفصیل کے ساتھ فراہم کی ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی تقریباً ہر کتابِ سیرت و تاریخ میں یہ موضوع ضرور زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے لیے میلاد و مولد کے الفاظ قدیم زمانہ سے مستعمل ہیں اور کبار مصنفین اپنی کتب میں میلاد و مولد کے عنوانات سے اَبواب و فصول قائم کرتے چلے آرہے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی یہ اِعتراض کرے کہ لفظِ میلاد و مولد کی کوئی اَصل نہیں تو یہ ہٹ دھرمی اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ میلاد منانا عملِ توحید ہے شرک نہیں

یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ میلاد منانا فی الواقع عملِ توحید ہے۔ یہ عمل ذاتِ باری تعالیٰ کو واحد و یکتا ماننے کی سب سے بڑی دلیل ہے کیوں کہ میلاد منانے سے

یہ اَمر خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا میلاد منانے والے آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اللہ کی مخلوق مانتے ہیں۔ اور جس کی ولادت منائی جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ خدا کی ذات لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے) [1] کی شان کی حامل ہے۔ جب کہ نبی وہ ذات ہے جس کی ولادت ہوئی ہو جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ۔ [2]

''اور یحییٰ پر سلام ہو، اُن کے میلاد کے دن۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ۔ [3]

''اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن۔''

تو میلاد منانا گویا نبی کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق قرار دینا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے اَفضل و اَعلیٰ مخلوق اِس کائنات میں کوئی نہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کا میلاد مناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور رسول ﷺ کی مخلوقیت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ پیدا ہوئے۔ اِس سے بڑی توحید اور کیا ہے؟ مگر اہلِ بدعت اِس خالص عملِ توحید کو بھی بزعمِ خویش شرک کہتے ہیں جو کہ صریحاً غلط ہے۔

۵۔ جشنِ میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنا اِسراف نہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی میں خرچ کرنا اِسراف نہیں کیوں کہ یہ

(۱) الاخلاص، ۱۱۲: ۳

(۲) مریم، ۱۹: ۱۵

(۳) مریم، ۱۹: ۳۳

ایک اَمرِ خیر ہے اور ائمہ وفقہا کے نزدیک اُمورِ خیر میں اِسراف نہیں۔ ذیل میں ہم چند ائمہ کے اَقوال درج کر رہے ہیں جن کے مطابق اُمورِ خیر پر خرچ کرنا اِسراف کے زمرے میں نہیں آتا:

۱۔ حسن بن سہلؒ کے بیٹے سے روایت ہے کہ حسن بن سہل نے کسی پانی پلانے والے کو اپنے گھر میں دیکھا تو اُس کا حال پوچھا۔ سقہ نے اپنے زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی شادی کا اِرادہ ظاہر کیا۔ حسن بن سہل نے اُس کی حالتِ زار پر رحم کرتے ہوئے اُسے ایک ہزار درہم دینے کا عندیہ دیا لیکن غلطی سے اُسے دس لاکھ درہم دے دیے۔ حسن بن سہل کے اہلِ خانہ نے اِس عمل کو پسند نہ کیا اور حسن بن سہل کے پاس جانے سے خوف زدہ ہوئے۔ پھر وہ رقم کی واپسی کے لیے غسان بن عباد کے پاس گئے جو خود بھی سخی ہونے کی شہرت رکھتا تھا۔ اُس نے کہا:

أيها الأمير! إن الله لا يحب المسرفين.

''اے امیر! بے شک اللہ تعالیٰ اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اِس پر حسن نے کہا:

ليس في الخير إسراف.

''خیر میں کوئی اِسراف نہیں۔''

پھر حسن نے سقہ کے حال کا ذکر کیا اور کہا:

والله! لا رجعت عن شيء خطّته يدي.

''اللہ رب العزت کی قسم! میں اپنے ہاتھوں سے ادا کردہ جملہ دراہم میں سے کچھ بھی واپس نہیں لوں گا۔''

پس سقہ کو اُن تمام دراہم کا حق دار ٹھہرا دیا گیا۔[۱]

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ليس في الحلال اسراف، وإنما السرف في إرتكاب المعاصي۔[۲]

’’حلال میں کوئی اِسراف نہیں، اِسراف صرف نافرمانی کے اِرتکاب میں ہے۔‘‘

۳۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

الحلال لا يحتمل السرف۔[۳]

’’حلال کام میں اِسراف کا اِحتمال نہیں ہوتا۔‘‘

مذکورہ اَقوال سے واضح ہوتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں جتنا بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے اور خرچ کیا جائے اُس کا شمار اِسراف میں نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو لوگ جشنِ میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنے کو فضول خرچی گردانتے ہیں اُنہیں اپنی اِصلاح کر لینی چاہیے اور اِس اَمرِ خیر کو ہرگز نشانۂ طعن نہیں بنانا چاہیے۔

(۱) ۱۔ ابن جوزی، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۱۱: ۲۴۰، ۲۴۱، رقم: ۱۳۹۲
۲۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۷: ۳۲۲
۳۔ ابن جرادة، بغية الطلب في تاريخ حلب، ۵: ۲۳۸۶
(۲) ۱۔ شربيني، مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ۱: ۳۹۳
۲۔ دمياطي، إعانة الطالبين، ۲: ۱۵۷
(۳) ۱۔ ابو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۶: ۳۸۲
۲۔ شربيني، مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ۱: ۳۹۳
۳۔ دمياطي، إعانة الطالبين، ۲: ۱۵۷

٦۔ جشن میلاد النبی ﷺ شوکت و عظمتِ اِسلام کا مظہر ہے

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں خانہ کعبہ میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا تو اس نے کہا کہ اسی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے، میرا ارادہ ہے کہ اِس (کعبہ) میں سے تمام زرد و سفید (سونا اور چاندی) تقسیم کر دوں۔ میں نے کہا: لیکن آپ کے صاحبوں (حضور ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اُن دونوں کی اِقتداء مجھ پر لازم ہے (یعنی میں یہ مال تقسیم نہیں کروں گا)۔‘‘(۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے کعبہ شریف کا خزانہ تقسیم نہ کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے:

وفی ذلک تعظیم الإسلام وترهيب العدو۔(۲)

’’اور اِس میں تعظیمِ اسلام اور دشمنوں کو ڈرانا معلوم ہوتا ہے۔‘‘

آپ مزید لکھتے ہیں:

واستدل التقی السبکی بحديث الباب علی جواز تعليق قناديل الذهب والفضة فی الکعبة و مسجد المدينة۔(۳)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب کسوة الکعبة، ۲: ۵۷۸، رقم: ۱۵۱۷

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ۶: ۲۶۵۵، رقم: ۶۸۴۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۱۰

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۳۰۰، رقم: ۷۱۹۶

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۵: ۱۵۹، رقم: ۹۵۱۱

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۵۷

(۳) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۵۷

اور تقی الدین سبکی نے باب کی (درج بالا) حدیث سے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ میں سونے اور چاندی کی قنادیل لٹکانے کے جواز کا اِستدلال کیا ہے۔‘‘

کعبہ کے غلاف کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

أن تجویز ستر الکعبة بالدیباج قام الإجماع علیه۔[1]

’’بے شک کعبہ کو دیباج (قیمتی ریشم کے کپڑے) کے ساتھ ڈھانپنے کی تجویز پر اِجماع ہوگیا ہے۔‘‘

قاضی زین الدین عبد الباسط کو بحکم شاہی اِس کا غلاف تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اسے نہایت عمدگی سے تیار کیا۔ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) اِس بارے میں لکھتے ہیں:

بسط الله له فی رزقه وعمره، فبالغ فی تحسینها بحیث یعجز الواصف عن صفة حسنها، جزاه الله علی ذلک أفضل المجازاة۔[2]

’’اللہ تعالیٰ اُس کی عمر اور رِزق میں اِضافہ کرے، اُس نے کعبہ کو اتنا حسین کیا کہ کوئی بھی اس کا حسن بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اِس پر بہترین جزا دے۔‘‘

اِس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام کی عظمت و شوکت اور دشمنوں پر رعب و دبدبہ جمانے کے لیے کعبہ کو سونے اور چاندی کی قندیلوں اور شمعوں سے سجایا جا سکتا ہے اور بہترین ریشم کے غلاف سے کعبہ کی زینت کا سامان کیا جا سکتا ہے تو پھر تاجدار

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳:۴۵۷

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳:۴۶۰

کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اور پرجوش عقیدت کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے گلی، محلوں، بازاروں اور مسجدوں کو کیوں نہیں سجایا جا سکتا؟ حضور نبی اکرم ﷺ صاحبِ لولاک ہیں اور آپ ﷺ کی ذات کائنات کی روح ہے۔ آپ ﷺ کے صدقے ہی سے ہمیں کعبہ ملا، اگر کعبہ کو سجایا جا سکتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد پر چراغاں کیوں نہیں ہوسکتا؟ لہٰذا آپ ﷺ کے میلاد پر آرائش و زیبائش کا اہتمام کرنا بدرجہ اَتم مستحسن اور مقبول عمل ہے۔

۷۔ جشنِ میلاد النبی ﷺ عیدِ مسرّت ہے عیدِ شرعی نہیں

جشنِ میلاد النبی ﷺ عیدِ شرعی ہے نہ ہم اِسے عیدِ شرعی سمجھتے ہیں، لیکن یہ عید شرعی سے بھی زیادہ عظمت والا اور کئی گنا زیادہ قدر و منزلت والا دن ہے۔ اِس لیے اس دن خوشیاں منانا ایک فطری عمل ہے، اور اگر اِسے عیدِ مسرت بھی کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ عید میلاد النبی ﷺ تو سال میں صرف ایک دفعہ آتی ہیں جب کہ محافلِ میلاد اور آپ ﷺ کے ذکر اور سیرت کا بیان سال بھر جاری رہتا ہے، اس میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ مگر تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن کو عید کا نام اِس لیے دیا جاتا ہے کہ لوگ اپنی ہر بڑی خوشی اور فرحت کے اِظہار کے لیے لفظِ عید اِستعمال کرتے ہیں۔

یومِ میلاد النبی ﷺ معروف معنی میں عید کا دن ہے، جیسے کسی قریبی دوست یا محبوب کی آمد پر کہا جاتا ہے کہ آپ کا آنا عید ہے! آپ کا ملنا عید ہے! عربی زبان کا یہ شعر اس معنی کی صحیح عکاسی کرتا ہے:

عيد و عيد و عيد صرن مجتمعة
وجه الحبيب و عيد الفطر والجمعة

(ہمارے لیے تین عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں: محبوب کا چہرہ، عید الفطر اور یومِ جمعہ۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کے یوم ولادت کو عیدِ میلاد اور عیدِ نبوی کا نام دینا اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ہمارے نزدیک شرعی طور پر صرف دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ حالاں کہ بنظر غائر دیکھا جائے تو یومِ میلاد ان عیدوں سے کئی گنا بلند رُتبہ اور عظمت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ ہی کے صدقہ و توسط سے ہمیں تمام عیدیں، تمام تہوار اور اسلام کے تمام عظمت والے دن نصیب ہوئے۔ اگر آپ ﷺ کی ولادت نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی بعثت ہوتی نہ قرآن نازل ہوتا، نہ معراج ہوتی، نہ ہجرت ہوتی، نہ جنگ بدر میں نصرتِ خداوندی ہوتی اور نہ ہی فتحِ مبین ہوتی۔ یہ تمام چیزیں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے میلاد کے تصدق و توسل سے نصیب ہوئی ہیں۔

عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ محافلِ میلاد ہر اُس موقع پر منعقد کرتے ہیں جس میں خوشی، فرحت اور سرور ہوتا ہے اور یہ مسرت و شادمانی کا احساس آپ ﷺ کے ماہِ ولادت ’’رُبیع الاول‘‘ میں اور بڑھ جاتا ہے اور بروز پیر آپ ﷺ کے میلاد کے دن خوشی و مسرت کے لطیف جذبات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے میں یہ سوال کرنا کہ محافلِ میلاد کیوں منعقد کی جاتی ہیں، درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اِس سوال سے مراد گویا یہ پوچھنا ہے کہ تم اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن پر کیوں خوش ہوتے ہو؟ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ تمہیں صاحبِ معراج ﷺ کی صورت میں یہ خوشی اور مسرت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا کسی مسلمان کو یہ سوال زیب دیتا ہے؟ اس لایعنی سوال کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں آپ ﷺ کی آمد پر مسرور اور خوش ہونے کی وجہ سے محفلِ میلاد منعقد کرتا ہوں، میں آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ میں مومن ہوں۔ بلاشبہ محافلِ میلاد اور سیرت النبی ﷺ کی مجالس کا انعقاد، سرورِ کائنات ﷺ کی نعت و مدحت سننے سنانے کے لیے جلسہ و جلوس کا اہتمام، غریبوں کو کھانا کھلانا اور اہل اسلام کے لیے اجتماعی طور پر خوشی اور مسرت کا سامان پیدا کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے! یہ بھی فطری اَمر ہے کہ ماہِ ولادت باسعادت (ربیع الاول) میں ذکرِ جمیلِ مصطفیٰ ﷺ کے اسباب زیادہ قوی اور

مضبوط ہوتے ہیں کیوں کہ اس مناسبت سے لوگ ایسی محفلوں میں کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ لوگ شعوری طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ بعض لمحات کسی خاص مناسبت کی وجہ سے دوسرے لمحات و اوقات سے زیادہ شان اور شرف کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا دوسروں کی نسبت سے وہ زیادہ پرکشش اور کیف آور یادیں لے کر آتے ہیں۔ اور اِسی طرح لوگ حال کو ماضی کے ساتھ ملا کر اور موجود کو غائب کی طرف منتقل کر کے ذکرِ یار کی لذت سے اِنتہائی کیف و سرور حاصل کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

باز گو اَز نجد و اَز یارانِ نجد
تا دَر و دیوار را آری به وجد

(شہرِ دِل بر اور اِس میں بسنے والے اَحباب کا ذِکر کرتے رہیے تاکہ اِس کے در و دیوار یک گونہ کیف و مستی سے وجد میں آجائیں۔)

محافلِ میلاد کے اِجتماعات دعوت اِلی اللہ کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ یہ لمحات درحقیقت اُن کیفیاتِ جذب و مستی کے امین ہوتے ہیں جنہیں ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ خطباء و علماء اور اہلِ علم حضرات کے لیے تو لازم ہے کہ وہ اِن محافل کے ذریعے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کو اَخلاق و آدابِ نبوی، سیرتِ طیبہ، معاملات و عباداتِ نبوی جیسے اَہم امور کی یاد دلاتے رہیں۔ لوگوں کو بھلائی، نیکی اور خیر و فلاح کی تلقین کرتے رہیں۔ نیز ان کو امت مسلمہ پر نازل ہونے والی مصیبتوں اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو کمزور اور بے جان بنا دینے والی گمراہیوں، اسلام میں پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں اور اپنوں بیگانوں کے اٹھائے ہوئے شر اور فتور کی آگ سے اپنے خرمنِ ایمان کو بچانے کے لیے پند و نصائح کیا کریں۔ میلاد النبی ﷺ کے اِن اِجتماعات کا مقصد محض اکٹھے ہونا اور لوگوں کو دکھانا یعنی گفتند، نشستند، برخاستند نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ضروری ہے کہ یہ مقدس اِجتماعات اَعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ بنیں۔ پس جو شخص اِن اِجتماعات سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ کر سکا وہ میلاد شریف کی خیر و برکت سے محروم رہا!

۸۔ جشنِ میلاد پر شرعی دلیل طلب کرنے والوں کی خدمت میں

اَحکامِ اِلٰہیہ سے مستنبط اُصول و قوانین ہر شرعی عمل کی اَساس ہیں اور ہر عمل سنتِ رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر استوار ہے۔ یہی اس دین کی حقانیت و صداقت کی وہ بیّن دلیل ہے جو اسے دیگر اَدیانِ باطلہ سے ممتاز کرتی ہے۔ اِس ضمن میں ہم میلاد النبی ﷺ کو بہ طور عید منانے اور اِظہارِ مسرت کرنے کی بابت تفصیلی بحث کر چکے ہیں؛ لیکن ایسے حضرات کے لیے جو بلاوجہ میلاد شریف کے موقع پر فتویٰ بازی سے جمہور مسلمانوں کو کفر و شرک اور بدعت کا مرتکب ٹھہراتے ہیں اور ہر بات پر قرآن و سنت سے دلیل طلب کرتے ہیں اُن کے دل و دماغ تنگ نظری کا شکار ہیں اور وہ بزعمِ خویش یہ سوچتے ہیں کہ اِس عمل کا کوئی شرعی ثبوت نہیں؟ اُن سے بہ قولِ اِقبال بس اِتنی گزارش ہے:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں[1]

میلاد النبی ﷺ جیسی نعمتِ عظمٰی پر شکرانے کے ثبوت طلب کرنے والے نادان اور کم نصیب لوگوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ زندگی میں ہزارہا دنیاوی خوشیاں مناتے وقت کبھی قرآن و حدیث کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں کہ اس کا ذکر اِن میں ہے یا نہیں؟

۱۔ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ جب کبھی ایک مدت کے بعد اولاد پیدا ہو تو مٹھائیاں بانٹی جاتی اور دعوتیں دی جاتیں ہیں؟ کیا اُس وقت بھی کتبِ حدیث اٹھا کر یہ ثبوت طلب کیا جاتا ہے کہ آیا حضور نبی اکرم ﷺ یا کسی صحابی نے بیٹوں کی پیدائش پر مٹھائی بانٹی تھی؟

۲۔ ہر سال اپنے بچوں کی سالگرہ پر ہزاروں لاکھوں کی ضیافتیں کرنے والوں نے کیا کبھی قرآن و حدیث سے اِس بارے میں بھی ثبوت تلاش کیا ہے؟

۳۔ عام معمول ہے کہ جب کسی کی شادی قریب ہوتی ہے تو کئی کئی مہینے اِس کی

(۱) اِقبال، کلیات (اُردو)، بالِ جبریل: ۳۳۵/۴۳

تیاریوں میں گزرتے ہیں۔ اِشتہار اور دعوتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، رسم و رواج اور تبادلہ تحائف پر لاکھوں روپے اڑائے جاتے ہیں۔ اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ ولیمہ پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں، اپنے خویش و اَقارب اور دوست و اَحباب کی حتی الوسع خدمت کی جاتی ہے۔ کیا اس موقع پر بھی ہم نے کبھی قرآن و حدیث سے دلیل طلب کی کہ شادیوں پر آقائے دو جہاں ﷺ نے یا ان کے غلاموں نے ایسی خوشیاں منائی تھیں یا نہیں؟ کیا انہوں نے بھی اتنے مہنگے اور پرتکلف کھانے تیار کرائے تھے؟ یہاں اِس لیے ثبوت طلب نہیں کیے جاتے کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کا معاملہ ہے اور بات اپنے گھر تک پہنچتی ہے مگر میلاد النبی ﷺ پر ثبوت یاد آ جاتا ہے کیوں کہ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کا معاملہ ہے۔

۴۔ ۲۳ مارچ کو آزادی کے حصول کے لیے قرارداد پاس ہوئی اور جد و جہد آزادی کا آغاز ہوا تھا۔ اِس کی خوشی میں ہر سال ملک کے طول و عرض میں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر تقریبات، جشن اور محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس دن - ۱۴ اگست - غیروں کے تسلط سے آزادی ملی اور مملکتِ خداداد پاکستان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ملی تو اُس دن ہر سال پورے ملک کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے، بے پناہ وسائل خرچ ہوتے ہیں، جگہ جگہ جہازوں، ٹینکوں اور گاڑیوں کی سلامی دی جاتی ہے، گارڈ آف آنر پیش ہوتے ہیں۔ یومِ دفاع (۶ ستمبر) کی خوشی میں پاک فوج کی جنگی مشقیں دیکھنے کے لیے مخصوص مقامات پر اِجتماعات ہوتے ہیں۔ یہ سب اُمور اگرچہ درست ہیں مگر اِن قومی تہواروں کے لیے عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہ سے ثبوت تلاش نہیں کیے جاتے۔

۵۔ بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح اور حصولِ آزادی کی جد و جہد میں کام کرنے والے رہنماؤں کے یومِ ولادت پر پورے ملک میں عید کا سا سماں ہوتا ہے۔ دفاتر، تعلیمی اور صنعتی اِدارے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لیے دور دور سے دانش وروں اور زعماء کو بڑے اہتمام

سے دعوتیں دے کر بلوایا جاتا ہے اور ان کی شان میں قصیدہ خوانی کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں قرآن و حدیث یا اُسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ بجا طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ملک و قوم کے رہبروں کی ملی خدمات کو سراہا جانا چاہیے لیکن پوری انسانیت بلکہ کائناتِ ہست و بود کے محسنِ اَعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ ولادت آئے تو اُن کی یاد میں محافلِ میلاد اور خوشی کرنے پر ہمیں ثبوت یاد آنے لگتے ہیں اور دلیلیں طلب کرنا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اَعلیٰ حضرت اِمام اَحمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے کیا خوب لکھتے ہیں:

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی اِحسان گیا(۱)

۶۔ جب ملک کا یومِ تاسیس آئے یا بیرونِ ملک سے کوئی مہمان آئے (خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اُسے اِکیس توپوں کی سلامی دی جائے تو اُس وقت قرآن و حدیث سے جواز تلاش نہیں کیا جاتا۔

۷۔ ملک کے صدر، سربراہِ ریاست یا بہت بڑے لیڈر کے اِنتقال پر بڑے اِعزاز کے ساتھ اُس کی تدفین عمل میں آتی ہے، اُس کی وفات پر سوگ کے جلوس نکالے جاتے ہیں، میت پر ماتمی دھنوں سے بینڈ باجے، توپوں کی سلامی ہوتی ہے، پھولوں کی چادریں چڑھتی ہیں، گل پاشیاں اور نہ جانے کیا کیا تقریبات ہوتی ہیں۔ علماء و غیر علماء سب اِن تقریبات میں شریک ہوتے ہیں مگر کسی نے کبھی فتویٰ صادر نہیں کیا۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کبھی سند تلاش نہیں کی۔ اِس لیے کہ اِس میں ملک کا اِعزاز اور مرحوم لیڈر کی خدمات کا اعتراف تھا، اپنی جذباتی وابستگی کا اظہار تھا اور اقوامِ عالم کے سامنے اپنے قومی وقار کا مسئلہ تھا۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور ہمارے نزدیک بھی یہ غلط نہیں ہے۔ ایسا ہونا چاہیے مگر اَمرِ زیرِ بحث یہ ہے کہ کسی صدر مملکت کے لیے ایسا اہتمام ہو تو کوئی ثبوت نہیں مانگے جاتے لیکن باعثِ موجودات حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے یوم

(۱) احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، ۱: ۳۳

ولادت کے سلسلے میں دلائل اور فتووں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ آقائے دو جہاں رحمۃ للعالمین ﷺ کی آمد کا دن آئے تو خوشی منانے کے لیے دلائل و براہین اور ثبوت مانگے جائیں، اس کا صاف مطلب ہے کہ باقی ہر موقع پر خوشی تھی بس حضور نبی اکرم ﷺ کے معاملے میں دل اِحساسِ مسرت سے محروم ہوگیا اور حکمِ خداوندی - فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ(۱) - یاد نہ رہا۔ اَعمالِ حسنہ، عبادت و ریاضت میں کثرتِ ذکر پر بھروسہ کافی محسوس ہونے لگا اور دل اس احساس سے خالی ہوگیا کہ دنیا کی سب سے پیاری، سب سے معظم اور سب سے زیادہ واجب التعظیم ہستی آقا ﷺ ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی اساس ہے اور ایمان دل کی وہ حالت ہے جسے کیفیت یا حال کہتے ہیں، جسے لگن بھی کہتے ہیں اور لگاؤ بھی، محبت بھی کہتے ہیں اور محبت کا الاؤ بھی۔ یہ الاؤ دل میں جل اٹھے تو مومن اپنی زندگی کے ہر لمحے کو عید میلاد بنا کر مناتا رہے اور اپنے در و دیوار کو آخرت کا گھر سمجھ کر سجاتا رہے۔ ہم سب کو یہ جان لینا چاہیے کہ ان خشک و بے مغز عبادتوں کے ذخیروں کے مقابلے میں حضور ﷺ کی آمد پر خوشی کرنا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں زیادہ اَفضل عمل ہے۔

اَفسوس کہ کفر و شرک کے فتاویٰ صادِر کرنے والے منکرِ میلاد بدعتیوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی خوشیوں پر لاکھوں روپے خرچ کر دیے تو کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی لیکن محبوب ﷺ کا ماہِ ولادت جلوہ فگن ہوا تو اِس کے اہتمام پر خود خرچ کرنے کی بجائے دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے رہے۔ یاد رہے کہ کوئی خوشی آقائے دو جہاں ﷺ کی آمد کی خوشی سے بڑی نہیں، اس کے مقابلے میں دنیا و جہان کی ساری خوشیاں ہیچ ہیں۔

۹۔ محافلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے اِنعقاد کے تقاضے

گزشتہ صفحات میں ہماری معروضات صراحت سے اِس اَمر کی شہادت فراہم کر رہی ہیں کہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کا اِہتمام کرنا یقیناً مستحسن اور باعثِ اَجر و ثواب عمل ہے

(۱) یونس، ۱۰: ۵۸

لیکن اِس موقع پر اگر اِنعقادِ میلاد کے بعض قابلِ اِعتراض پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اُنہیں برقرار رہنے دیا جائے تو ہم میلاد النبی ﷺ کے فیوض و برکات سے محروم رہیں گے۔ جب تک اس پاکیزہ جشن میں طہارت، نفاست اور کمال درجہ کی پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا جائے گا سب کچھ کرنے کے باوجود اِس سے حاصل ہونے والے مطلوبہ ثمرات سمیٹنا تو درکنار ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی ناراضی مول لیں گے۔ محفلِ میلاد ہو یا جلوسِ میلاد، یہ سارا اِہتمام چوں کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کے سلسلہ میں ہوتا ہے، لہٰذا اس کا تقدّس برقرار رکھنا اُسی طرح ضروری ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ کی مجلس کے آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ماحول کی پاکیزگی کو خرافات اور خلافِ شرع بے ہودہ کاموں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ جشنِ میلاد کے موقع پر محفلیں منعقد کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا، جانی و مالی، علمی و فکری غرضیکہ ہر قسم کی قربانی کا جذبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہونا چاہیے۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ صبح و شام حضور ﷺ پر درود و سلام کے علاوہ اپنی اُمت کے دوسرے نیک و بد اَعمال بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے کام دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور برائی دیکھ کر ناراضگی اور اَفسوس کا اظہار کرتے ہیں۔[1] بالکل اسی طرح ہماری یہ میلاد کی خوشیاں بھی حضور ﷺ کے سامنے

---

(۱) ۱۔ بزار، البحر الزخار (المسند)، ۵: ۳۰۸، ۳۰۹، رقم: ۱۹۲۵

۲۔ ابن أبی أسامۃ نے اِسے صحیح سند کے ساتھ ''مسند الحارث (۲: ۸۸۴، رقم: ۹۵۳)'' میں روایت کیا ہے۔

۳۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ، ۴: ۱۷۶

۴۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۱۸۳، رقم: ۶۸۶

۵۔ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ، ۱: ۱۹

۶۔ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۹: ۲۴)'' میں کہا ہے کہ یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور اِس کے تمام رجال صحیح ہیں۔

پیش کی جاتی ہیں۔ اگر ان میں صدق و اخلاص شامل نہیں ہوگا تو حضور ﷺ کو ہماری ایسی محفلوں کے انعقاد سے کیا مسرت ہوگی؟ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب ﷺ کی خاطر کی جانے والی اس تقریب کو کیوں کر شرفِ قبولیت سے نوازے گا؟ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ صدقہ و خیرات میں کثرت اور اِظہارِ مسرت کے لیے بڑے بڑے جلسے جلوس اُس بارگاہ میں باعثِ شرف و قبولیت نہیں جب تک کہ ظاہری عقیدت میں اخلاصِ باطن اور حسنِ نیت شامل نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور ادب و تعظیم ہی ہمارے ہر عمل کی قبولیت کی اَوّلیں شرائط میں سے ہیں۔

محفل میلاد کے تقاضوں میں خلوص و تقویٰ کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی طہارت بھی انتہائی ضروری ہے۔ حضور ﷺ چوں کہ خود صفائی کو انتہائی پسند فرماتے تھے، اور جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہر طرح کی صفائی، طہارت اور پاکیزگی کا خیال رکھا جاتا تھا اُسی طرح حضور ﷺ کی نسبت سے منعقد ہونے والی محافل و مجالس میں بھی ہمیں کمال درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ اگر چاہیں تو اپنے غلاموں کی ان محافل میں اپنے روحانی وجود کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ یہاں اسی سلسلہ میں ایک مثال سے اس اَمر کی توثیق کی جاتی ہے:

> ''راقم کے والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ نے اِسی موقع کی مناسبت سے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ مولانا عبد الحئ فرنگی محلیؒ حقہ پیتے تھے۔ ایک دفعہ محفل میلاد منعقد تھی۔ حقہ پی کر جلدی سے بغیر کلی کیے محفل میں چلے آئے، بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی۔ خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''عبد الحئ! تمہیں اِحساس نہیں کہ ہماری محفل میں حقہ پی کر اسی بدبودار منہ کے ساتھ آ گئے ہو؟''

۷۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۴: ۲۵۷

۸۔ أبو الفضل عراقی نے ''طرح التثریب فی شرح التقریب (۳: ۲۹۷)'' میں اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضور ﷺ کی طبیعت مبارکہ اتنی پاک، منزہ اور لطیف تھی کہ آپ ﷺ لہسن اور پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے بھی صحابہ کرام ﷺ کو منع فرماتے تھے۔(۱) ایسے کئی واقعات ہیں کہ حضور ﷺ اپنے خاص غلاموں کو جس طرح ظاہری حیاتِ طیبہ میں ایسی بدبودار اشیاء استعمال کرنے سے روکتے تھے بعداَز وصال بھی اسی طرح حکماً یا اشارتاً منع فرماتے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۴ھ) ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین ﷺ'' کی اٹھائیسویں حدیث میں اپنے والد گرامی شاہ عبد الرحیم (۱۰۵۴۔۱۱۳۱ھ) کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: دو صالح آدمیوں - جن میں سے ایک عالم بھی تھا اور عابد بھی، جب کہ دوسرا عابد تھا عالم نہ تھا - کو ایک ہی وقت اور ایک ہی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی لیکن حضور ﷺ کی مجلس میں صرف عابد کو بیٹھنے کی اجازت دی گئی، عالم اس سے محروم رہا۔ چنانچہ اس عابد نے بعد میں لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس عالم کو اس سعادت سے کیوں محروم رکھا گیا؟ تو اُسے بتایا گیا کہ وہ حقہ پیتا تھا اور حضور ﷺ حقہ ناپسند فرماتے ہیں۔ دوسرے دن یہ عابد اس عالم کے پاس گیا تو دیکھا کہ عالم اپنی اس محرومی پر زار و قطار رو رہا ہے۔ جب عابد نے حقیقتِ حال سے اُسے آگاہ کیا اور محرومی کا اصل سبب بتایا تو عالم نے اسی وقت تمباکو نوشی سے توبہ کرلی۔ پھر اگلی شب دونوں نے اسی طرح بیک وقت حضور ﷺ کی زیارت کی اور اِس بار عالم کو مجلس میں نہ صرف حاضری کا شرف بخشا گیا بلکہ آقائے دو جہاں ﷺ نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهی من أکل ثوماً أو بصلاً أو کراثاً أو نحوهما، ۱: ۳۹۴، رقم: ۵۶۱

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم، ۳: ۱۶۰، ۱۶۱، رقم: ۳۸۲۴، ۳۸۲۵

(۲) شاه ولی الله، الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین ﷺ: ۴۳، ۴۴

۱۰۔ اِصلاح طلب پہلو

یہ بات خوش آئند ہے کہ میلاد النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے اور جشنِ میلاد کے جلوس کا اِہتمام کرنے والے حضور ﷺ سے اتنی محبت وعقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ میلاد کی خوشیوں کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ درست اور حق ہے، مگر انہیں اس کے تقاضوں کو بھی بہرحال مدنظر رکھنا چاہیے۔ کاش ان عقیدت مندوں کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا بھی کما حقہ علم ہوتا!

اس مبارک موقع کے فیوضات سمیٹنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد کی ان پاکیزہ محفلوں میں اس انداز سے شرکت کریں جس میں شریعتِ مطہرہ کے احکام کی معمولی خلاف ورزی بھی نہ ہونے پائے لیکن فی زمانہ بعض مقامات پر مقام و تعظیم رسالت سے بے خبر جاہل لوگ جشنِ میلاد کو گونا گوں منکرات، بدعات اور محرمات سے ملوث کر کے بہت بڑی نادانی اور بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جلوسِ میلاد میں ڈھول ڈھمکے، فحش فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، نوجوانوں کے رقص و سرور اور اِختلاط مرد و زن جیسے حرام اور ناجائز اُمور بے حجابانہ سرانجام دیے جاتے ہیں جو کہ انتہائی قابلِ افسوس اور قابلِ مذمت ہے اور ادب و تعظیمِ رسول ﷺ کے سراسر منافی ہے۔ اگر ان لوگوں کو ان محرمات اور خلافِ ادب کاموں سے روکا جاتا ہے تو وہ بجائے باز آنے کے منع کرنے والے کو میلاد النبی ﷺ کا منکر ٹھہرا کر اِصلاحِ اَحوال کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ اُن نام نہاد عقیدت مندوں کو سختی سے سمجھانے کی ضرورت ہے ورنہ جشنِ میلاد النبی ﷺ ان ادب ناشناس جہلاء کی اِسلام سوز رسوم و رواج کے باعث پاکیزگی و تقدس سے محروم ہو کر محض ایک رسم بن کر رہ جائے گا۔ جب تک ان محافل و مجالس اور جشن میلاد کو ادب و تعظیم رسالت مآب ﷺ کے سانچے میں نہیں ڈھال لیا جاتا اور ایسی تقاریب سے ان تمام محرمات کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور خوش نودی ہمارے شاملِ حال نہیں ہوسکتی۔ ایسی محافل میں جہاں بارگاہِ رِسالت

ﷺ کے ادب سے پہلوتہی ہو رہی ہو نہ صرف یہ کہ رحمتِ خداوندی اور اس کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا بلکہ اہلِ محفل و منتظمینِ جلوس خدا کے غضب اور حضور ﷺ کی ناراضگی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ اس برائی کے خلاف کہیں آواز بلند کی جاتی ہے نہ حکومت کی طرف سے حکمت یا سختی کے ساتھ اس قبیح روش کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ مذہبی طبقے کی خاموشی کی سب سے بڑی وجہ (الا ماشاء اللہ) پیٹ کا دھندا ہے جو ان قبیح رسموں کو روکنے میں آڑے آجاتا ہے۔ مفاد پرست حلقوں کی سوچ یہ ہے کہ اگر ان غیر اَخلاقی و غیر شرعی اُمور کی سختی سے گرفت کی گئی تو شاید جلسے جلوسوں میں ان علماء کی دھواں دھار تقریریں ختم ہو جائیں اور کاروباری حضرات سے ملنے والے معاوضے اور چندے بند ہو جائیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مالی مفادات اور ان گروہی اور نام نہاد محدود مسلکی منفعتوں کی خاطر یہ لوگ میلاد النبی ﷺ کے تقدس اور عظمت کو پامال کر رہے ہیں۔

ایسے مواقع پر حکومت کو خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن اِصلاحی تدابیر عمل میں لائے۔ کیا وجہ ہے کہ اَربابِ اِقتدار یا سیاسی حکومت کے کسی لیڈر یا عہدے دار کے خلاف معمولی سی گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو حکومت اپنی پولیس فورس کے ذریعے ڈنڈے کے زور سے نہ صرف باز رکھتی ہے بلکہ معاملہ گھمبیر ہو تو قانون شکنی کرنے والوں کو فوراً گرفتار بھی کر لیا جاتا ہے۔ مگر عرس اور میلاد جیسے موقعوں پر بدعمل، اوباش اور کاروباری لوگ ناچ گانے اور ڈانس کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں، میلے، تھیٹر اور سرکسوں کا انتظام ہوتا ہے، اَولیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات کی دانستہ اور سرِبازار خلاف ورزی ہوتی ہے مگر معلومات کے باوجود حکومت کوئی قانونی کارروائی نہیں کرتی۔ حکومت کے اَربابِ بست و کشاد نہ جانے کیسے گوارا کر لیتے ہیں کہ باقاعدہ پولیس کی نگرانی اور اَمن و امان میں یہ خلافِ شریعت اُمور ہو رہے ہیں۔ ایسے عناصر کو بزورِ قانون خلافِ شریعت حرکات سے روکنا اَشد ضروری ہے۔

عرس کے موقعوں پر بزرگانِ دین کے مزارات پر آنے کا مقصد قرآن حکیم کی تلاوت اور ان اولیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات سے بہرہ ور ہونے اور ان پرعمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کے جلوس نعت خوانی، حضور ﷺ کے خصائص وشمائل اور فضائل ومراتب کے بیان اور جائز شرعی طریقے سے خوشیاں منانے کے لیے نکالے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی(۱)

کے مصداق دینی شعار کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جاتا ہے اور حکومت اور اہلِ فکر ونظر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔

۱۱۔ اِفراط وتفریط سے اِجتناب کی ضرورت

بدقسمتی سے آج اُمتِ مسلمہ دو بڑے طبقوں میں بٹ گئی ہے: ایک طبقہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کو سرے سے ناجائز، حرام اور بدعت کہہ کر اِس کا اِنکار کر رہا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ میلاد کے نام پر (اِلا ما شاء اللہ) ناجائز اور فحش کام سرانجام دینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ اُنہوں نے بہت سے ناجائز اور حرام اُمور کو داخلِ میلاد کر کے میلاد النبی ﷺ کے پاکیزہ تصور کو بدنام اور تقدس کو پامال کر دیا ہے۔ ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ اِفراط وتفریط سے بچتے ہوئے اِن اِنتہاء پسند رویوں کے بین بین اِعتدال پسندی کی روش اِختیار کی جائے۔ ہم نے میلاد اور سیرت کے نام پر مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کوئی صرف میلاد کا داعی بن گیا اور کوئی صرف سیرت کا نام لیوا۔ میلاد کا نام لینے والا سیرت سے کتراتا ہے اور سیرت کا داعی میلاد کو ناجائز کہہ کر اپنی دانش وری اور بقراطیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ سوچ ناپید ہے کہ اگر میلاد نہ ہوتا تو سیرت کہاں سے ہوتی

(۱) اِقبال، کلیات (اُردو)، بالِ جبریل: ۴۱۶/۱۲۴

اور اگر سیرت کے بیان سے اِحتراز کیا تو پھر میلاد کا مقصد کیسے پورا ہو سکتا ہے! بیانِ میلاد اور بیانِ سیرت دونوں حضور ﷺ کے ذکر کے طریقے ہیں۔ دونوں ایک شمع کی کرنیں ہیں۔ میلاد کو نہ تو بدعت اور حرام کہہ کر ناجائز سمجھیں اور نہ اِسے جائز سمجھتے ہوئے اس کے پاکیزہ ماحول کو خرافات سے آلودہ کیا جائے۔

حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی خوشی مناتے ہوئے محافلِ میلاد میں محبت و تعظیم کے ساتھ باوُضو ہو کر شریک ہوں تو یہ اَفضل عبادت ہے۔ میلاد کے جلسے، جلوسوں اور محافل میں سیرت کا ذکرِ جمیل کرنا، لوگوں کو آقائے نامدار حبیبِ کبریا ﷺ کے حسنِ سیرت وصورت اور فضائل و شمائل سنانا اور حضور ﷺ کی محبت اور عشق کے نغمے الاپنا ہر سچے مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے کہ اِسی میں پوری اُمتِ مسلمہ کی کامیابی کا راز مضمر ہے اور یہی وقت کی سب سے اہم مذہبی ضرورت ہے۔ ملتِ اِسلامیہ کے واعظین اور مبلغین اگر میلاد اور سیرت کی دو بنیادی حقیقتوں کو الگ الگ کر دیں گے تو عوام الناس تک کلمہ حق کیسے پہنچے گا؟

واعظین اور مبلغین اگر دین کا اور حضور ﷺ کی تعظیم و رسالت کا تحفظ چاہتے ہیں تو یہ ان کی ذاتی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حتی المقدور ناجائز اور خلافِ شرع بدعت، ہر قسم کے منکرات اور فحش اُمور کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔

حکومت کا فرض ہے کہ محافلِ میلاد کا تقدس برقرار رکھنے کے لیے مداخلت کرے اور عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر ناچ گانا اور دیگر خرافات کرنے والوں پر قانونی پابندی لگا دے جس کی خلاف ورزی کرنے والے عناصر کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں تاکہ جلسوں اور جلوسوں کا ماحول ہر قسم کی خرافات اور غیر شرعی اُمور سے پاک رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرّم ﷺ کے تصدق سے ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں میلاد شریف کے فیوض و برکات سمیٹنے، اپنی زندگیاں سیرتِ طیبہ کے سانچے میں ڈھالنے اور منکرات وفواحش سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم۔

۲۔ **ابن اثیر**، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔ ۶۳۰ھ/ ۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ **أسد الغابة في معرفة الصحابة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۔ **ابن اثیر**، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔ ۶۳۰ھ/ ۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ **الکامل في التاریخ**۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۴۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **فضائل الصحابة**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۔ **احمد رضا**، اَعلیٰ حضرت، ابن نقی علی خان قادری بریلوی، (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸۶۔۱۹۲۱ء)۔ **حدائقِ بخشش**۔ لاہور، پاکستان، مسلم کتابوی، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۸۔ **احمد بن زینی دحلان**، سید حسنی ہاشمی قرشی مکی (۱۲۳۳۔۱۳۰۴ھ)۔ **السیرة**

النبویة۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۹۔ **احمد بن زینی دحلان**، سید حسنی ہاشمی قرشی مکی (۱۲۳۳۔۱۳۰۴ھ)۔ **السیرة النبویة**۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الکتب الثقافیة، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۰۔ **ابن اسحاق**، محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (۸۵۔۱۵۱ھ)۔ **السیرة النبویة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء۔

۱۱۔ **ابن اسحاق**، اسماعیل القاضی المالکی (۱۹۹۔۲۸۲ھ)۔ **فضل الصلاة علی النبی** ﷺ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۷ھ۔

۱۲۔ **اِقبال**، ڈاکٹر علامہ محمد (۱۲۹۴۔۱۳۵۷ھ/ ۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)۔ **کلیات (اُردو)**۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام نبی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء۔

۱۳۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۴۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **التاریخ الصغیر**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۵۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۶۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، الیمامہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۷۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵۔۲۹۲ھ/ ۸۳۰۔۹۰۵ء)۔ **البحر الزخار**۔ بیروت، لبنان: مؤسسة علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۱۸۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵۔۲۹۲ھ/۸۳۰۔۹۰۵ء)۔ البحر الزخار۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۹۔ **بغوی**، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ شرح السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۲۰۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد الفراء (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۱۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۲۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۲۳۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۴۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ ملتان، پاکستان: نشر السنہ۔

۲۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۶۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **المدخل اِلی السنن الکبری**۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ۔

۲۷۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک السلمی الترمذی (۲۰۹۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار اِحیاء التراث العربی۔

۲۸۔ **تمام رازی**، ابو القاسم تمام بن محمد (۳۳۰۔۴۱۴ھ)۔ **کتاب الفوائد**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۲ھ۔

۲۹۔ **ابن ابی جرادہ**، کمال الدین عمر بن احمد۔ **بغیۃ الطلب في تاریخ حلب**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۳۰۔ **جزولی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان (م ۸۷۰ھ)۔ **دلائل الخیرات وشوارق الأنوار في ذکر الصلاۃ علی النبي المختار ﷺ**۔ بیروت، لبنان: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔

۳۱۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمود بن علی بن عبد اللہ بن حمادی قرشی حنبلی (۵۱۰۔۵۹۷ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **صفوۃ الصفوۃ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۳۲۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمود بن علی بن عبد اللہ بن حمادی قرشی حنبلی (۵۱۰۔۵۹۷ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **المنتظم في تاریخ الملوک والأمم**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔

۳۳۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمود بن علی بن عبد اللہ بن حمادی قرشی حنبلی (۵۱۰۔۵۹۷ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **الوفا بأحوال المصطفیٰ ﷺ**۔

بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۳۴۔ **جوہری،** اسماعیل بن حماد (م ۳۹۳ھ)۔ **الصحاح في اللغة والعلوم۔** بیروت، لبنان: دار الحضارة العربیة۔

۳۵۔ **ابن ابی حاتم رازی،** ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد ادریس (۲۴۰۔۳۲۷ھ/ ۸۵۴۔۹۳۸ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم۔** صیدا: المکتبة العصریہ۔

۳۶۔ **ابن ابی حاتم رازی،** ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد ادریس (۲۴۰۔۳۲۷ھ/ ۸۵۴۔۹۳۸ء)۔ **الثقات۔**

۳۷۔ **حاجی خلیفہ،** مصطفیٰ بن عبد اللہ القسطنطینی الرومی الحنفی (۱۰۱۷۔۱۰۶۷ھ/ ۱۶۰۹۔۱۶۵۷ء)۔ **کشف الظنون عن أسامي الکتب والفنون۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۳ھ۔

۳۸۔ **حارث،** ابن ابی اسامہ/ الحافظ نور الدین ہیثمی (۱۸۶۔ ۲۸۲ھ)۔ **مسند الحارث (زوائد الهیثمي)۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مرکز خدمة السنه والسیرة النبویہ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۳۹۔ **حاکم،** ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۴۰۔ **حاکم،** ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین۔** مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۴۱۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰۔۳۵۴ھ/

۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۴۲۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۴۳۔ **ابن حجر عسقلانی،** ابو الفضل احمد بن علی بن حجر الشافعی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الإصابة في تمييز الصحابة۔** بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۴۴۔ **ابن حجر عسقلانی،** ابو الفضل احمد بن علی بن حجر الشافعی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الإصابة في تمييز الصحابة۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۴۵۔ **ابن حجر عسقلانی،** ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري۔** لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۴۶۔ **حسان بن ثابت** رضی اللہ عنہ، ابن منذر خزرجی (م ۵۴ھ/ ۶۷۴ء)۔ **دیوان۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۴۷۔ **حکیم ترمذی،** ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر (۳۶۰ھ)۔ **نوادر الأصول في أحاديث الرّسول** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۴۸۔ **حلبی،** نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر بن برہان الدین حلبی قاہری شافعی (۹۷۵۔۱۰۴۴ھ)۔ **إنسان العيون في سيرة الأمين المامون (السيرة الحلبية)۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العربیہ، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء۔

۴۹۔ **حلبی،** نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر بن برہان الدین حلبی

قاہری شافعی (۹۷۵-۱۰۴۴ھ)۔ إنسان العیون في سیرة الأمین المامون (السیرة الحلبیة)۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۵۰۔ **حلبی**، نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر بن برہان الدین حلبی قاہری شافعی (۹۷۵-۱۰۴۴ھ)۔ إنسان العیون في سیرة الأمین المامون (السیرة الحلبیة)۔ بیروت، لبنان: المکتبۃ الاسلامیہ۔

۵۱۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلمی النیساپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/۸۳۸-۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۵۲۔ **خطیب بغدادی**، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲-۴۶۳ھ/۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۳۔ **خطیب تبریزی**، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م ۷۴۱ھ)۔ مشکوة المصابیح۔ بیروت، لبنان: الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۵۴۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربي، ۱۴۰۷ھ۔

۵۵۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۵۶۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۵۷۔ **ذہبی**، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/

۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء)۔تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر و الأعلام۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۵۸۔ **رازی**، فخر الدین محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی التمیمی الرازی الشافعی، (۵۴۴۔۶۰۴ھ)۔ **مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ۔

۵۹۔ **رازی**، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر حنفیؒ (م ۶۶۰ھ)۔ **مختار الصحاح**۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۶۰۔ **ابن راهویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۶۱۔ **ابن رجب حنبلی**، زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن بن شہاب الدین (۷۳۶۔۷۹۵ھ/ ۱۳۳۶۔۱۳۹۳ء)۔ **لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار ابن کثیر، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۶۲۔ **رویانی**، ابو بکر محمد بن ہارون رازی طبری (م ۳۰۷ھ)۔ **مسند الصحابۃ المعروف بہ: مسند الرویانی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۶۳۔ **زبیدی**، محبّ الدین ابو الفیض محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق مرتضی حسینی حنفی (۱۱۴۵۔۱۲۰۵ھ/ ۱۷۳۲۔۱۷۹۱ء)۔ **تاج العروس من جواهر القاموس**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۶۴۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواهب اللدنیۃ بالمنح**

المحمدية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۶۵۔ **ابو زید قرشی**، محمد بن ابی خطاب۔ جمهرة أشعار العرب۔

۶۶۔ **زیلعی**، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م۷۶۲ھ)۔ نصب الراية لأحاديث الهداية۔ مصر: دار الحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۶۷۔ **سبکی**، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳۔۷۵۶ھ/ ۱۲۸۴۔۱۳۵۵ء)۔ شفاء السقام في زيارة خير الأنام۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۶۸۔ **سخاوی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد (۸۳۱۔۹۰۲ھ/ ۱۴۲۸۔۱۴۹۷ء)۔ القول البديع فی الصلاة علی الحبيب الشفيع ﷺ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء۔

۶۹۔ **ابن سعد**، ابوعبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/ ۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبری۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ و النشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۷۰۔ **سہیلی**، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابو الحسن خثعمی (۵۰۸۔۵۸۱ھ)۔ الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لابن هشام۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۷۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الدّر المنثور في التّفسير بالمأثور۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۳ء۔

۷۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ کفاية الطالب اللبيب فی خصائص الحبيب (الخصائص الکبریٰ)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۵ء

۷۳۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۴ھ/۱۷۰۳۔۱۷۶۲ء)۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین ﷺ۔ لائل پور، پاکستان: سنی دار الاشاعۃ علویۃ رضویۃ، ۱۹۷۰ء۔

۷۴۔ **شربینی**، شیخ محمد خطیب (م ۹۷۷ھ)۔ مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنهاج۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۷۵۔ **شعرانی**، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد بن علی شافعی (۸۹۸۔۹۷۳ھ)۔ الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الأکابر۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۶۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الآحاد والمثاني۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۷۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔ ۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۷۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۰ء)۔ المعجم الأوسط۔ القاهره، مصر: دار الحرمین ۱۴۱۵ھ

۷۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۸۰۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم والملوک۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۸۱۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار

الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۸۲۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **شرح معانی الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۸۳۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/ ۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۸۴۔ **ابن ظہیرہ**، محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ قرشی (م ۹۸۶ھ/ ۱۵۸۷ء)۔ **الجامع اللطیف فی فضل مکة وأهلها وبناء البیت الشریف**۔ بیروت، لبنان: المکتبة الشعبیة، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۸۵۔ **ابو عبید اندلسی**، عبد اللہ بن عبد العزیز بن محمد بن ایوب بن عمرو بکری (۴۳۲۔۴۸۷ھ/ ۱۰۴۰۔۱۰۹۴ء)۔ **معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۸۶۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **السنة**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۸۷۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب في معرفة الأصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۸۸۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب في معرفة الأصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء۔

۸۹۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، (۳۶۸۔۴۶۳ھ/

۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ التمهيد لما في الموطا من المعانی والأسانيد۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأ وقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۹۰۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۹۱۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۹۲۔ **عراقی**، ابوزرعہ احمد بن عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن ابی بکر الکردی الاصل (۷۶۲۔۸۲۶ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۲۳ء)۔ طرح التثريب في شرح التقريب۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۹۳۔ ، ابو قاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الابن عساکر کبیر المعروف بـ: تاریخ ابن عساکر ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۹۴۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الكبير المعروف بـ: تاریخ ابن عساکر ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۹۵۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ السيرة النبوية۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۹۶۔ **عظیم آبادی**، محمد شمس الحق عظیم آبادی أبو طیب۔ عون المعبود علی سنن ابی داؤد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۹۷۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/

۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۹۸۔ **عیدروسی**، محی الدین عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ (۹۸۷۔۱۰۳۸ھ)۔ **المنتخب المصفی في أخبار مولد المصطفی** ﷺ۔

۹۹۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۰۰۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار اِحیاء التراث العربی۔

۱۰۱۔ **فاسی**، محمد مہدی بن احمد بن علی یوسف، (۱۰۳۳۔۱۱۰۹ھ/۱۶۲۴۔۱۶۹۸ء)۔ **مطالع المسرات بجلاد دلائل الخیرات**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۱۰۲۔ **فاکہی**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی (م ۲۷۲ھ/ ۸۸۵ء)۔ **أخبار مکة في قدیم الدهر وحدیثه**۔ بیروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۰۳۔ **فیروز آبادی**، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ **الصلات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر** ﷺ۔ لاہور پاکستان: مکتبہ اشاعت القرآن۔

۱۰۴۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **إکمال المعلم بفوائد مسلم**۔ بیروت، لبنان: دارالوفا للطباعہ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۰۵۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحصبی

(۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی۔

۱۰۶۔ **ابن قانع،** ابوالحسین عبدالباقی البغدادی (۲۶۵۔۳۵۱ھ)۔ **معجم الصحابة۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الغرباء الأثریہ، ۱۴۱۸ھ۔

۱۰۷۔ **ابن قانع،** ابوالحسین عبدالباقی البغدادی (۲۶۵۔۳۵۱ھ)۔ **معجم الصحابة۔** مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء۔

۱۰۸۔ **قرطبی،** ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنة وآي الفرقان۔** بیروت، لبنان: دار اِحیاء التراث العربی۔

۱۰۹۔ **قرطبی،** ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنة وآي الفرقان۔** قاہرہ، مصر: دار الشعیب، ۱۳۷۲ھ۔

۱۱۰۔ **قزوینی،** عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی۔ **التدوین في أخبار قزوین۔** بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء۔

۱۱۱۔ **قسطلانی،** ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۱۲۔ **قطب الدین،** حنفی (م ۹۸۸ھ)۔ **کتاب الإعلام بأعلام بیت الله الحرام فی تاریخ مکة المشرفة۔** مکہ مکرمہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ۔

۱۱۳۔ **ابن قیم،** ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ **جلاء الأفهام في الصلاة والسلام علی خیر الأنام ﷺ۔** بیروت، لبنان: دار الکتب

العلمیہ۔

۱۱۴۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایۃ والنهایۃ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۱۵۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایۃ والنهایۃ۔ بیروت، لبنان: مکتبہ المعارف۔

۱۱۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۱۱۷۔ **کلاعی**، ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الأندلسی (۵۶۵۔۶۳۴ھ)۔ الإکتفاء بما تضمنة من مغازی رسول اللہ والثلاثة الخلفاء۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۹۹۷ء۔

۱۱۸۔ **لالکائی**، ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور (م ۴۱۸ھ)۔ إعتقاد أهل السنة۔ ریاض، سعودی عرب، دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ۔

۱۱۹۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷۔۲۷۵ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۲۰۔ **ماوردی**، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب بصری (۳۶۴۔۴۵۰ھ)۔ أعلام النّبوۃ۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء العلوم، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۲۱۔ **محبّ طبری**، ابو جعفر احمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم (۶۱۵۔۶۹۴ھ/ ۱۲۱۸۔۱۲۹۵ء)۔ الریاض النضرۃ في مناقب العشرۃ۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء۔

۱۲۲۔ **مروزی**، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ السنة۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۲۳۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۲۴۔ **ابن مستفاض**، ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن (۲۰۷۔۳۰۱ھ)۔ کتاب القدر۔ سعودی عرب: أضواء السلف، ۱۴۱۸ھ۔

۱۲۵۔ **مسلم**، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد القشیری النیشا پوری (۲۰۶۔۲۶۱ھ/۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۲۶۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد الحنبلی (۵۶۹۔۶۴۳ھ/۱۱۷۳۔۱۲۴۵ء)۔ الأحادیث المختارة۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبة النهضة الحدیثہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۲۷۔ **مقریزی**، ابو العباس تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷۶۹۔۸۴۵ھ/ ۱۳۶۷۔۱۴۴۱ء)۔ إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۱۲۸۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔۶۵۶ھ/۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۱۲۹۔ **ابن منظور**، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم افریقی (۶۳۰۔۷۱۱ھ/۱۲۳۲۔۱۳۱۱ء)۔ لسان العرب۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۳۰۔ **نبہانی**، یوسف بن اسماعیل (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **الأنوار المحمدیه من المواهب اللدنیة۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۳۱۔ **نبہانی**، یوسف بن اسماعیل (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **حجة الله علی العالمین في معجزات سید المرسلین ﷺ۔** فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۱۳۲۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء + حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۱۳۳۔ **نسائی**، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۳۴۔ **نسائی**، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **عمل الیوم واللیلة۔** بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۳۵۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔** بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۳۶۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **دلائل النبوة۔** بیروت، لبنان: دار النفائس، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۳۷۔ **ابن ہشام**، ابومحمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری المعافری (م۲۱۳ھ/

۸۲۸ء)۔ السیرة النبویة۔ بیروت، لبنان: دارالجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۱۳۸۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری المعافری (م۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ السیرة النبویة۔ دمشق، شام: دار ابن کثیر، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۳۹۔ **ہندی**، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۱۴۰۔ **ہیتمی**، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر (۹۰۹۔۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ الدرّ المنضود فی الصلاة والسلام علی صاحب المقام المحمود ﷺ۔ جدہ، سعودی عرب: دار المنهاج للنشر و التوزیع، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء۔

۱۴۱۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۴۲۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن اِلیٰ زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۴۳۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن اِلیٰ زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار الثقافۃ العربیۃ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۴۴۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔